قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

ماہنامہ —— لاہور

مجلسِ ادارت

مُدیرِ مسئول: محمد لطیف چوہدری

معاون : ثریا عندلیب

ناشر : شیخ عبدالحمید

طابع : خالد منصور نسیم

مطبع : النور پرنٹرز و پبلشرز
۳/۲ فیصل نگر۔ ملتان روڈ۔ لاہور ۲۵
ٹیلیفون —— ۲۷۵۸۲۶

مقامِ اشاعت : ۲۵/بی۔ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

جلد ۴۳ —— ستمبر ۱۹۹۰ء —— شمارہ ۹

بدل اشتراک

سالانہ

پاکستان —— ۶۰ روپے

بیرونی ممالک —— (بذریعہ سمندری ڈاک) ۱۲۵ روپے

فی پرچہ : -/۵ روپے

خط و کتابت

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)

۲۵/بی۔ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

پوسٹ کوڈ —— ۵۴۶۶۰

ٹیلیفون : ۸۷۹۲۴۶

فہرست مضامین

۱	لمعات	ادارہ	۳
۲	علماء سے گذارش	بنتِ اسلام	۹
۳	شریعت بل۔ تب اور اب	ادارہ	۱۲
۴	ہم کس کا ساتھ دیں	″	۱۴
۵	دولت کی پیدا کردہ بیماریاں	ڈاکٹر زاہدہ درانی	۱۶
۶	چوری کی سزا	ارمغان ثاقب	۱۹
۷	حقائق و عبر	ادارہ	۲۳
۸	یوں بدل دیتے ہیں قرآن کا مفہوم	قاسم نوری	۲۸
۹	قابلِ تعریف تجویز	عبدالرحمٰن	۳۷
۱۰	ناروے میں تقریبات	سردار حمید خاں	۳۹
۱۱	اپنی بہنوں کے نام	محترمہ نفیرہ	۴۱
۱۲	رابطۂ باہمی	ادارہ	۴۵
۱۳	قرآنی تعلیم بچوں کے لئے	قاسم نوری	۴۷
۱۴	طلوعِ اسلام اور اقبالؒ	خادم علی جاوید	۵۱
۱۵	نقد و نظر	ادارہ	۶۸
۱۶	فہمِ قرآن	علامہ اسلم جیراجپوری	۷۰
۱۷	FINANCIAL BILL 1990	شوکت امین شاہ	۸۰

یاد میں

۱۔۔۔۔۔ پاکستان کی سرحدوں پر بسنے والے، ان بے گناہ، مظلوم انسانوں کی جنہیں بھارتی درندوں نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح بغیر کسی قسم کی آگہی یا اعلانِ جنگ کے اس وقت اپنی ہوسِ خون آشامی کا شکار بنایا جب وہ آرام سے اپنے گھروں میں سو رہے تھے اور ستاروں کی آنکھوں کے سوا اس خونی منظر کا دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

۲۔۔۔۔۔ ان معصوم بچوں کی جنہیں مرہٹہ "بلوائیوں" اور سکھ "سورماؤں" نے اچھال اچھال کر اپنی سنگینوں کی نوکوں سے چھلنی کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جنم کیوں لیا تھا۔

۳۔۔۔۔۔ ان عزت مآب دخترانِ ملت کی، جنہیں یہ انسان نما بھیڑیئے، ان کے صحنِ خانہ سے ان نامعلوم دایراؤں کی طرف کشاں کشاں لے گئے جہاں سے پھر ان کی آہ و فغاں بھی کسی کو نہ سنائی دی۔

۴۔۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔۔ یاد میں ہے

اُن غیور و جسور جوانانِ ملت کی، جو ان بے پناہ مظالم کا بدلہ لینے کے لئے شمشیر بکف اور کفن بدوش میدانِ کارزار میں آنکلے اور اپنی عدیم النظیر جرأت و بسالت سے دنیا کو دکھا دیا کہ حق کی خاطر جان دینے والے کیا کچھ کر دکھایا کرتے ہیں۔

اور ۔۔۔ چھمب، جوڑیاں، سیالکوٹ، چونڈہ، واہگہ، برکی، ہڈیارہ، سلیمانکی، راجستھان کے میدانوں کے ان ذرات کی، جو اپنی عالمتاب چمک دمک سے اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ خونِ شہداء کی رنگینی کس طرح حنا بندِ عروسِ ملت ہوتی ہے۔

لاکھوں صلوٰۃ و سلام ہوں ان شہدائے امت اور مجاہدینِ ملت پر جنھوں نے اپنی فقید المثال قربانیوں سے اس خطۂ زمین کو دشمن کی دستبرد سے محفوظ رکھا جسے اسلام کی تجربہ گاہ بننے کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ ؎

سرِ خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

لمعات

قتلِ عمد ــــ قابلِ راضی نامہ؟

اخباری اطلاعات کے مطابق صدرِ مملکت نے ایک آرڈیننس کے ذریعے "قتلِ عمد" کو بھی قابلِ راضی نامہ قرار دے دیا ہے۔ ہمارے سامنے نہ تو آرڈیننس کا متن ہے اور نہ ہی وہ دلائل ہیں جن کی بناء پر صدرِ ذی وقار نے ایسا کرنا ضروری سمجھا، لیکن طلوعِ اسلام کی زندگی کا چونکہ مشن ہی یہ ہے کہ جو کچھ کوئی کہے، یا کرے، یا مُلک میں جو کچھ ہو، طلوعِ اسلام قرآن کریم کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر بتائے کہ کتاب اللہ کی رُو سے وہ صحیح ہے یا غلط۔ اس نے مُلک کے ہر آئین کو بھی اسی معیار کے مطابق پرکھا اور ہر قانون کا اسی کی روشنی میں جائزہ لیا، اور اس کے بعد وہ اپنی قرآنی بصیرت کی رُو سے جس نتیجہ پر پہنچا، اسے بےکم وکاست اور بلا رُو رعائت قوم کے سامنے پیش کردیا، خواہ وہ کسی کے خلاف جائے یا کسی کے حق میں۔ اس نے اپنے اوپر یہ ذمّہ داری از خود عائد نہیں کر رکھی یہ اللہ کی طرف سے عاید کردہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی ایک مسلمان کی حیثیت سے اس پر لازم ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (۲/۱۵۹)

جو لوگ ان واضح احکام اور راہنمائی کی باتوں کو چھپا کر رکھیں جنھیں ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے انہیں تمام لوگوں کیلئے اپنی کتاب میں نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی بھی لعنت ہے اور ہر لعنت کرنے والے

کی لعنت بھی ۔"

آپ غور فرمائیے کہ احکام و ارشاداتِ خداوندی کو چھپانے کے خلاف کس قدر سخت وعید ہے ۔دوسرے مقام پر اس کا حکم دیا گیا :۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۲:۴۲)

جب تم جانتے ہو کہ حق کیا ہے تو پھر نہ تو حق اور باطل کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کرو اور نہ ہی حق کو چھپاؤ

یہ (اور اسی قسم کے متعدّد دیگر ارشاداتِ خداوندی) کی رُو سے ہم پر یہ اہم فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم ہر پیش آنے والے معاملہ کے متعلّق بتائیں کہ قرآنِ مجید کا اس باب میں فیصلہ کیا ہے ۔

انسانی جان کی اہمیّت بیان کرنے کے لئے بنی اسرائیل کی طرف یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ جس نے کسی ایک جان کو بھی ناحق تلف کر دیا تو یوں سمجھو گویا اس نے تمام نوعِ انسان کو ہلاک کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو بھی بچا لیا تو یوں سمجھو گویا اس نے پوری نوعِ انسان کو بچا لیا ۔یہ بڑی اہم آیت ہے :۔

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (۵:۳۲)

"(یہ، آدم کے دو بیٹوں کا قصّہ (جو بنی اسرائیل کے ہاں زبان زدِ عوام تھا) درحقیقت ان کی اپنی جذباتی کیفیّت کا ترجمان تھا کہ وہ بات بات پر آمادہ بہ قتل ہو جایا کرتے تھے) چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے ان کی طرف یہ تاکیدی حکم بھیجا تھا کہ یاد رکھو! جو شخص کسی دوسرے کو قتل کر ڈالے ـــــ بجز اس کے کہ وہ جرمِ قتل کے قصاص میں ہو (یعنی قتلِ ناحق کے لئے سزائے موت کے طور پر) یا ملک میں فساد برپا کرنے والے مجرمین کو قانون کے مطابق موت کی سزا دی جائے، تو اس قسم کے بے گناہ قتل کے متعلّق یوں سمجھو گویا اس شخص نے ایک فرد کو قتل نہیں کیا ۔) پوری کی پوری نوعِ انسان کو قتل کر دیا ـ اس کے برعکس جس شخص نے کوئی ایک جان بچا لی تو اس نے گویا پوری نوعِ انسان کی جان بچالی۔"

مومنین سے کہا گیا کہ ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (۴ : ۲۹)

انسانی جان کو خدا نے واجب الاحترام بنایا ہے۔ اس لئے اسے حق کے بغیر ضائع کرنا جرم ہے۔ حق کے معنی ہونگے قانونِ خداوندی کے مطابق۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (۶ : ۱۵۲) ؛ (۱۷ : ۳۳ ؛ ۲۵ : ۶۸)۔ "انسانی جان کو خدا نے واجب الاحترام قرار دیا ہے اس لئے اسے ناحق قتل مت کرو۔"

جرمِ قتل کا مؤاخذہ کرکے مجرم کو سزا دینا، اسلامی مملکت کا فریضہ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

"اے جماعتِ مومنین! تم پر فرض قرار دیا جاتا ہے کہ تم قتل کے مجرم کا تعاقب کرکے اسے قانون کے مطابق سزا دو (بالفاظِ دیگر اسے قاتل اور مقتول کے وارثوں کے مابین نجی معاملہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے معاشرہ یا نظام کے خلاف جرم سمجھا جائے یہ نظام اسے اپنے ہاتھ میں لے) (۲/۱۷۸ - ۷۹)

سزا کے سلسلہ میں عدل اور مساوات کے بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یعنی اس میں بڑے اور چھوٹے کی کوئی تمیز نہ ہوگی۔ سوال مقتول کی یا قاتل کی پوزیشن کا نہیں، اصل سوال تقاضائے عدل کا ہے۔ جس کی رُو سے ہر انسانی جان یکساں قیمت رکھتی ہے۔ (مثلاً) اگر قاتل آزاد مَرد ہے تو وہی آزاد مرد سزا پائے گا۔ اگر قاتل غلام ہے تو اسی غلام کو سزا دی جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے تو اس کا عورت ہونا اسے سزا سے نہیں بچا سکے گا۔ اسے بھی سزا بھگتنی پڑے گی۔

جُرمِ قتل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قتل بالارادہ (قتلِ عمد) یا سہواً (نادانستہ) قتل۔ اوّل الذکر کی صورت میں سزائے موت ہے (زرِ فدیہ۔ دیت۔ خون بہا نہیں) — یا جُرم کی نوعیت کے لحاظ سے انتہائی سزا سے کمتر کوئی اور سزا (۴ : ۹۳) — لیکن سزا کو جرم کی حَد سے بڑھ نہیں جانا چاہیے۔ (۴۰ / ۴۲ ؛ ۱۷ / ۳۳)

لیکن قتل اگر عمداً نہیں کیا گیا، یونہی سہواً ہوگیا ہے تو اس صورت میں (۴:۹۲ کے مطابق) دیت، (خون بہا) کی سزا دی جائے گی) اس دیت (کی رقم) سے اگر مقتول کا وارث برضا و رغبت کچھ چھوڑنا چاہے تو اسے اس کا اختیار دیا گیا ہے (۱۷:۳۳) اس صورت میں مجرم کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ طے ہو گیا ہے اس کی پابندی کرے اور حسن کارانہ انداز سے اس کی ادائیگی کرے (قتلِ سہو کی سزا مقرر کرنے میں) تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے قانون میں رعایت رکھ دی گئی ہے تاکہ اس سے تم سب کی صلاحیتیں مناسب نشوونما پاتی رہیں لیکن جو شخص اس طرح معاملہ طے ہو جانے کے بعد، زیادتی کرے تو اسے سخت سزا دی جائے ـــــ اگر تم سطحی جذبات سے ہٹ کر عقل و فکر کی رُو سے غور و فکر کرو گے تو تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قصاص کے اس قانون میں تمہاری اجتماعی زندگی کا راز پوشیدہ ہے اس سے تم لا قانونیت کے خطرات سے محفوظ رہ سکو گے۔"

دوسرے مقام پر کہا ہے!

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (۱۷:۳۳)

جس جان کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ {اسے واجب الاحترام قرار دیا ہے۔ یعنی بے گناہ کا قتل (۵:۳۲) } اسے قتل مت کرو بجز اس کے کہ ایسا قانونِ عدل کا تقاضا ہو (۲:۱۷۸) جو شخص ظلم سے ناحق مارا جائے (تو قاتل یہ نہ سمجھ لے کہ مقتول کے وارثوں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں، اس لئے کون مجھ سے باز پرس کرسکتا ہے) مقتول کے وارثوں کے لئے ہم نے نظامِ خداوندی (اسلامی معاشرہ) کو صاحبِ غلبہ و اختیار بنایا ہے۔ اس لئے یہ نظام خود مقتول کے وارثوں کا پشت پناہ بنے گا۔ لیکن معاشرہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مجرم کی سزا، قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دے، ان سے تجاوز نہ کرے (۶/۱۵۲ ؛ ۴۰ / ۴۲)

بنی اسرائیل کی طرف حکم بھیجا گیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت۔ نیز زخموں کا قصاص لیکن اس میں معاف کر دینے کی گنجائش بھی رکھی گئی تھی :-

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ
قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۚ وَمَنْ لَمْ
يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۵/۴۵)

ہم نے بنی اسرائیل کیلئے یہ قانون مقرر کر رکھا تھا کہ جس شخص نے کسی کو (ناحق) قتل کر دیا اُس کی سزا موت ہوگی۔ جان کا بدلہ جان۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ کان کا بدلہ کان۔ ناک کا بدلہ ناک۔ دانت کا بدلہ دانت۔ یعنی صرف جُرم قتل ہی مستوجبِ سزا نہیں، کسی کو زخمی کر دینا بھی ایسا جرم ہے جس کی سزا دی جائے گی اور سزا جُرم کے مثل ہوگی۔ لیکن اگر مستغیث، مجرم کو معاف کر دے تو یہ چیز مجرم کی سزا کا کفّارہ ہو جائے گی۔

یہ تھا وہ قانونِ قصاص جو ان کی کتابوں میں، ان کے لئے دیا گیا تھا۔ انہیں اسی کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں تھے۔ اس لئے کہ جو شخص اِس ضابطۂ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرے جسے خدا نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ ہیں جو حق و انصاف سے کام نہیں لیتے، ظلم اور زیادتی کرتے ہیں"

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، قرآن کی رُو سے قتلِ عمد (بالارادہ) اور قتلِ خطا (سہواً) میں فرق کیا گیا ہے قتلِ خطا کے لئے فرمایا:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ
مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ
فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۴/۹۲)

"کسی مومن کے لئے یہ رَوا نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر ڈالے۔ اِلّا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اگر کسی کے ہاتھوں کوئی مومن غلطی سے مارا جائے تو وہ اس کے بدلے میں، ایک مومن غلام آزاد کرے۔ نیز مقتول کے وارثوں کو اس کا خون بہا دے (۲ : ۱۷۸) اگر وہ خون بہا معاف کر دیں تو پھر اور بات ہے ــــ لیکن اگر

ایسا ہو کہ کوئی قوم تم سے برسرِپیکار ہے اور ان میں کوئی مومن مرد ہے۔ جو تمہارے ہاتھوں غلطی سے مارا جاتا ہے، تو اس کے کفارہ کے طور پر ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔ (خونبہا نہیں دیا جائے گا، کیونکہ جنہیں تم خونبہا دو گے وہ تو تم سے جنگ کر رہے ہیں) لیکن اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدۂ صلح ہے تو اس صورت میں اس کے وارثوں کو خون بہا بھی دینا ہوگا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا بھی۔ لیکن اگر قاتل کے پاس غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہ ہو یا ایسی صورت ہو کہ غلام ملے ہی نہیں تو وہ دو مہینے کے متواتر روزے رکھے۔ یہ چیز، قانونِ خداوندی کی رُو سے عفوِ خطا کا موجب بن جائے گی۔ اس قانونِ خداوندی کی رُو سے جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے"

اور قتل بالارادہ کے متعلق ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (۴:۹۳)

"اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو قتل کر ڈالے تو ــــ خونِ ناحق کی سزا موت تو ہوگی ہی (۵:۳۲) مرنے کے بعد بھی وہ جہنم میں جائے گا جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ قانونِ خداوندی کی نگاہوں میں وہ معتوب ہوگا۔ اسے حقوقِ شہریت وغیرہ سے محروم کر دیا جائیگا اور سخت قسم کی سزا دی جائے گی۔ قتلِ عمد میں خون بہا یا کفارہ نہیں ہوگا۔"

اس سے واضح ہے کہ دیت یا خون بہا کی اجازت صرف قتلِ خطا میں ہے قتلِ عمد میں نہیں۔ قتلِ عمد کی سزا موت ہے۔

صدرِ مملکت کے آرڈیننس میں اس نکتہ کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

ذاتی ملکیت کے قرآنی تصور کے لئے
نظامِ ربوبیت
ملاحظہ کیجئے

علماء کرام سے گذارش

ابھی میں بچہ ہی تھی کہ پہلی بار میرے ذہن میں دینِ اسلام کے حق ہونے کے بارہ میں ایک شبہ پیدا ہوا۔ سب مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کو درست خیال کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمان بھی خود کو حق پر سمجھتے ہیں۔ تو کیا خبر کہ صحیح مذہب کونسا ہے؟ اور سب ایک دوسرے کو غلط سمجھتے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ایسے ماحول میں تھی کہ مجھے ان سوالات کا جواب مل گیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام ہی صحیح دین ہے۔

لیکن بچپن کی یہ الجھن اب ایک اور روپ دھار بیٹھی ہے۔ پہلے تو یہ الجھن تھی کہ کونسا مذہب برحق ہے اور اب یہ الجھن پیدا ہوئی کہ اسلام کے بے شمار فرقوں میں کونسا فرقہ حق پر ہے؟ ایک خدا اور ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اور اتنے فرقے اور اختلافات کہ ایک مخلص مسلمان کا ذہن سوچتے سوچتے چکرا جاتا ہے کہ آخر کون سے عالم کی تفسیر اور اسلام کی تشریح درست ہے۔ اگر سائنس، واقعات کے متعلق کوئی غلط نظریہ قائم کرے تو اس کا اتنا نقصان نہیں ہوتا لیکن ایک مسلمان کی دنیا و آخرت دین کے بارے میں غلط نظریات قائم کرنے سے برباد ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ان تفرقات اور ان اختلافات نے مجھے بہت پریشان کیا۔ اس کے علاوہ عالم جو دین کا ستون اور ملتِ اسلامیہ کو صحیح راہ پر گامزن کرنے کے اہل سمجھے جاتے ہیں، اُن کا آپس میں جھگڑنا، بُرا بھلا کہنا، نیتوں پر حملہ کرنا اور دوسرے کے خیالات کی غلط ترجمانی کرنا سخت عجیب اور پریشان کُن لگتا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک عالم پر اتنا بھی اعتماد نہ ہو کہ وہ کسی کا نقطۂ نظر درست پیش کر سکتا ہے۔

علماء ایک دوسرے پر بے راہروی کے فتوے لگاتے ہیں، گویا دینِ اسلام ان میں سے ہر ایک کی متروکہ جائیداد ہے اور وہ اپنا کلیم منظور کرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور میری شرم کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میری ایک کمیونسٹ ہم جماعت ہمیشہ اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتی ہیں کہ تم مسلمان تو خود ہی اتنے فرقوں میں بٹے ہوئے ہو۔ کوئی اسلام کی تشریح کچھ کرتا ہے کوئی کچھ۔ آخر دنیا کے سامنے

تم کون سے فرقہ کے اسلام کو پیش کر سکتے ہو۔ اس وقت علماء پر بہت دکھ ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ملت کو اتنے حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ سوچ کر ہوتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ مذہبی فرقوں، ملکی تعصب، نسلی تعصب، صوبائی تعصب، ذات پات کے تعصب میں بُری طرح بٹ کر بے اتفاقی پیدا کر رہی ہے اور ہر کوئی خود کو دوسرے سے برتر سمجھ رہا ہے۔ کئی سال سے یہ خیالات میرے ذہن میں طوفان بپا کر رہے تھے۔ مجھے اس سوال کا جواب تو مل گیا کہ اسلام ہی دینِ حق ہے مگر یہ اب تک نہیں مل سکا کہ آخر کون سا فرقہ درست ہے؟ اگر میں کسی کے سامنے فرقہ بندی اور دوسرے تعصبات کے خلاف بات کرتی ہوں تو کوئی میری بات کی تائید نہیں کرتا، بلکہ اکثر یہی کہتے ہیں کہ اختلافِ رائے بُری چیز نہیں اور فرقے تو پیدا ہوتے ہی ہیں۔ مگر میں اب تک قائل نہیں ہو سکی کہ جب خدا نے سب کو ایک ملت قرار دیا ہے اور فرقہ بندی سے ہمیں ہر لحاظ سے نقصان پہنچ رہا ہے تو پھر یہ کیسے بُری چیز نہیں ہے[1]۔ اتفاق سے پرویز صاحبؒ کے لٹریچر میں مجھے پہلی بار فرقہ بندی کے خلاف اپنے خیالات کی تائید ملی اور میں نے شکر کیا کہ کوئی صاحبِ علم شخص تو اس فرقہ بندی سے نالاں ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ پرویز صاحبؒ کے خیالات سو فیصدی درست ہیں یا سو فیصدی غلط۔ میں بہرحال یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ میرے ذہن میں جو خیالات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب انہی کی تحریر سے ملتا ہے۔ اپنی اس الجھن کہ کون حق پر ہے اور کون غلط ہے، کا جواب مجھے علماء کرام سے تو نہیں ملا کیونکہ ان میں سے ہر کوئی خود کو حق پر سمجھ کر دوسرے کو باطل پر قرار دیتا ہے۔ البتہ میری سوچ نے مجھے اتنی راہ ضرور دکھائی ہے کہ کسی عالم کو بُرا بھلا نہ کہوں اور نہ ہی مکمل طور پر اسے درست یا غلط سمجھوں بلکہ انہیں انسان سمجھوں جس سے لغزش کا قوی امکان ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پرویز صاحب ایسے عالم ہیں کہ اپنی رائے کو حرفِ آخر نہ سمجھ کر غور و فکر کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں۔ کاش دوسرے عالم بھی اپنی رائے پر اصرار نہ کریں اور خود کو انسان سمجھیں۔ اب تو میں اس مقولہ پر عمل کرتی ہوں کہ "یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے؟"

لیکن اس الجھن کا خاتمہ یوں نہیں ہو سکتا جب تک سب علماء آپس میں دوستی اور محبت کے ساتھ مسائل کو طے نہ کریں۔ اس سلسلہ میں سب علمائے کرام سے چند گزارشات پر غور کرنے کی درخواست ہے

---

[1] خدا نے فرقہ بندی کو شرک قرار دیا ہے اور اختلاف کو خدا کا عذاب (طلوعِ اسلام)

علماء کی سوسائٹی ملی جلی ہونی چاہیئے یہ نہیں کہ ہر عالم اپنے اپنے مدح خوانوں کی محفل میں بیٹھ کر اپنے خیالات کو پختہ کرتے جائیں بلکہ انہیں مخالفین کی باتوں کو غیر جانبدار ہوکر سوچنا چاہیئے۔ اختلافی موضوعات پر بجائے بُرا بھلا کہنے کے خلوص سے غور کرنا چاہیئے اور ایک دوسرے کے خلاف جذبات رکھنے کی بُری عادت کو ختم کرکے بات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲۔ ہر عالم کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ اگر وہ کسی بھی غلط نظریہ کو پیش کریں گے تو اس کو قبول کرنے والے جتنے بھی لوگ ہوں گے اُن سب کا گناہ ان پر ہوگا۔ تعجب ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری ہو اور علماء اپنے نقطۂ نظر پر اس قدر اصرار کریں ؟

۳۔ اختلافات کو ذاتی اختلاف نہ بنایا جائے۔ اپنے نظریات کی تائید کروانے کی بجائے حق کی تلاش کو اپنا مقصودِ حیات قرار دیں۔

۴۔ جو بات کسی دوسرے کی غلط محسوس ہو اس کو اخبارات اور رسائل میں کیچڑ اچھالنے کی بجائے اس شخص سے براہِ راست گفتگو کی جائے اور طنز و تحقیر کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ کسی کے خیالات کی غلط ترجمانی کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے اور اکثر علماء دوسروں پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ عالم ہوکر اتنی بڑی غلطی ؟

۵۔ اپنے ذہن کو حق کی قبولیت کیلئے ہر وقت کھُلا رکھیں!

۶۔ علماء ایک دوسرے کی تحریر و تقریر کا مطالعہ صاف دل اور خلوص سے سمجھنے کی خاطر کریں۔ خامیاں تلاش کرنے کی خاطر نہ کریں۔ خود کو اپنے اپنے حامیوں کی محفل میں مقید نہ کریں۔

میری تمام علماء سے نہایت ہی پُرخلوص اور دردمندانہ التجا ہے کہ وہ ان پر ضرور غور کریں آپس کے جھگڑوں کو ختم کریں۔ بھائی چارہ قائم کریں۔ فرقوں کو ختم کریں۔ دیانت داری سے ہر مسئلہ پر غور کریں اور مسلمانوں کو تقسیم ہونے سے بچائیں۔ اور سب سے بڑی یہ بات کہ مخلص مسلمانوں کو حق کی تلاش میں مدد دیں نہ کہ اپنے جھگڑوں کے باعث دین میں اُلجھنیں پیدا کریں۔ اگر علماء میری اس گذارش پر غور کریں تو ان کی بہت شکر گذار ہوں گی۔

"بنت اسلام"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شریعت بل — تب — اور — اب

شریعت بل پر طلوعِ اسلام کا نقطۂ نظر پچھلے دو شماروں میں تفصیل سے پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ بل یاد رہے کہ ۱۹۸۵ء میں بھی سینیٹ نے منظور اور قومی اسمبلی نے نامنظور کر دیا تھا۔ اسی بل پر اکابرینِ ملت کے اس وقت کئے گئے اعتراضات جو روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۴/ اگست ۱۹۹۰ء کے سیاسی ایڈیشن میں زبیر رانا صاحب کے مضمون "اللہ خیر کرے" میں شائع ہوئے ہیں — قارئینِ طلوعِ اسلام کے استفادہ کے لئے شاملِ اشاعت ہیں۔

۱ — جناب وسیم سجاد صاحب، جو اُس وقت سینیٹ کے چیئرمین نہیں تھے۔

"اس بل سے مختلف فرقوں میں کشیدگی پھیلے گی۔"

۲ — مولانا فضل الرحمٰن صاحب، سربراہ جمعیت علمائے اسلام۔

"شریعت بل، مودودی ازم ہے"

۳ — جناب نوابزادہ نصراللہ خاں صاحب

"یہ بل جمہوری اداروں کے خلاف ایک سازش ہے۔" — نیز یہ کہ:

"ایک قرارداد کو اختیارات کا گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے۔"

۴ — جناب علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب (مرحوم)

"سونے کی ڈبیا میں زہر بند کر دیا گیا ہے۔"

۵ — جناب مولانا شاہ احمد نورانی صاحب

"یہ شریعت بل نہیں، شرارت بل ہے۔"

۶ — جناب علامہ عارف حسینی صاحب

"فقہ جعفریہ کے پیروکار اس بل کو تسلیم نہیں کرتے۔"

جناب غلام مصطفےٰ جتوئی صاحب

" یہ بل خانہ جنگی کا باعث بنے گا۔"

مسلم لیگی وزیرِ قانون جناب اقبال احمد خاں صاحب نے بل کی مخالفت کی تھی اور سابق وزیرِاعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو نے آج تک اس بل کی حمائت میں بیان نہیں دیا۔

طلوعِ اسلام کے نزدیک یہ بل اس وقت بھی خلافِ قرآن تھا اور آج بھی خلافِ قرآن ہے کہ آئینی تحفظ فراہم کر کے ملت میں فرقوں کو دوام بخشنے کی ہر کوشش خواہ اسے شریعت کے مقدس نام سے ہی کیوں نہ پیش کیا جائے۔ قرآن کی بارگاہ میں ناقابلِ معافی جرم ہے، اور سنتِ رسولؐ کے خلاف ہے۔

طلوعِ اسلام

طلوعِ اسلام کا اجراء ۱۹۳۸ء میں (قبل از تقسیم ہند ہوا)۔ اس کے بعد یہ پاکستان میں ۱۹۴۸ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، جن قارئین کی نظروں سے یہ شروع سے گذر رہا ہے وہ اس حقیقت سے واقف ہیں اور اس کے شاہد ہیں کہ

۱۔ اس کا تعلق نہ کسی مذہبی فرقے سے ہے نہ کسی سیاسی پارٹی سے، نہ ہی اس نے کوئی اپنا نیا فرقہ بنایا ہے۔

۲۔ اس نے نہ کبھی کوئی ایسی بات کہی ہے جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہو اور نہ ہی اس نے کبھی عملی سیاسیات میں حصہ لیا ہے۔

۳۔ اس نے کبھی نہ خود قانون شکنی کی ہے اور نہ کسی کو قانون شکنی کی ترغیب دی ہے۔ قانون شکنی کی یہ مخالفت کرتا ہے، اور کسی قسم کی تبدیلی یا اصلاح کیلئے آئینی اور قانونی طریقِ کار اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔

ہم کس کا ساتھ دیں؟

انتخابات کی گہما گہمی کے سلسلہ میں، ہمارے ہاں اس قسم کے سوالات کا تانتا بندھ جاتا ہے کہ "ہم کس کا ساتھ دیں؟" جو حضرات انتخابات میں بطور امیدوار کھڑا ہونا چاہتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ ہم کس پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑیں؟ ووٹ دینے والے دریافت کرتے ہیں کہ ہم کس پارٹی کے امیدوار کے حق میں ووٹ دیں۔

یہ واضح ہے کہ طلوعِ اسلام کا تعلق نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہے اور نہ ہی کسی مذہبی فرقہ سے وہ امت کے پارٹیوں اور فرقوں میں بٹ جانے کو از رُوئے قرآن جائز ہی نہیں سمجھتا ـــــ نہ ہی ہم عملی سیاست میں حصہ لیتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کے سوالات کے سلسلہ میں ہم جو کچھ عرض کریں گے وہ ہماری قرآنی بصیرت کی روشنی میں مشورہؔ ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جو احباب دل میں پاکستان کا درد اور ملت کی بہی خواہی کا احساس رکھتے ہیں وہ اگر آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسمبلی میں جائیں تو کچھ مفید کام کر سکیں گے۔ پارٹی ٹکٹ پر منتخب ہونے سے یہ رکن اپنی آزادی پارٹی کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے۔ اسے پارٹی کے ہر فیصلہ کا پابند ہونا پڑتا ہے خواہ وہ فیصلہ اس کے خیال میں غلط ہی کیوں نہ ہو۔ آزاد امیدوار کم از کم اپنی آزادی برقرار رکھتا ہے اور پیش آمدہ معاملات میں تائید اس کی کرتا ہے جسے وہ صحیح سمجھتا ہے اور جسے غلط سمجھتا ہے اس کی مخالفت کرتا ہے اگر ایوانات میں اس قسم کے آزاد امیدوار وزنی حیثیت اختیار کر لیں تو وہ فیصلوں کا رُخ بدلنے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جہاں تک رائے دہندگان کا تعلق ہے، ان سے بھی ہمارا مشورہ یہی ہے کہ وہ پارٹیوں سے قطعِ نظر ایسے آزاد امیدوار کے حق میں ووٹ دیں جس کی دیانت و امانت اور فراست و بصیرت ان کے نزدیک قابلِ اعتماد ہو۔ ووٹ دینے کے معنے یہ ہیں کہ آپ اس شخص کو جس کے حق میں آپ ووٹ

دیتے ہیں، اپنا نمائندہ مقرر کرتے ہیں۔ نمائندہ مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایوان میں جو معاملہ زیرِ نظر ہو اس میں وہ شخص جو کچھ کرے یا کہے، وہ اس کا نہیں بلکہ خود آپ کا قول اور فعل سمجھا جائے گا۔ بالفاظِ دیگر آپ کے نمائندہ کا قول و فعل، خود آپ کا قول و فعل قرار پائے گا۔ بس اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ آپ کے ووٹ دینے کا عملی مفہوم کیا ہے!

ہماری یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ قوم میں کوئی لیڈر بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ذاتی یا گروہ بندانہ مفاد سے بلند ہو کر، ملک و ملت کے مفاد و مصالح کو اپنے سامنے رکھے۔ نہ قوم کے نام پر چیخ و پکار کرنیوالوں کے دل میں قوم کا درد ہے، نہ اسلام کے نام پر "خدا اور رسولؐ کا واسطہ" دینے والوں کے سینے میں احیائے اسلام کی کوئی تڑپ۔ یہ لوگ بلند آہنگ نعروں سے آپ کے جذبات کو مشتعل کرتے رہتے ہیں اور اس طرح ذاتی اہمیت حاصل کر کے، اپنی قیمت بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اور جب سودا بازی کا وقت آتا ہے تو آپ کو پوچھتے تک نہیں۔

ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں۔ خوامخواہ مشتعل ہو کر ان کے آلۂ کار نہ بنیں۔ ان کی سرگرمیوں میں کوئی حصہ نہ لیں اور جب انتخابات کا وقت آئے تو نہایت اطمینان اور سکون سے فیصلہ کریں کہ آپ کا صحیح نمائندہ کون ہو سکتا ہے" اسے ووٹ دیں۔

یاد رکھئے! پروپیگنڈہ اس دور کا سب سے زیادہ خطرناک حربہ ہے اور جن پارٹیوں کے پاس کہیں سے فنڈز آجاتے ہیں وہ اس حربہ کو سب سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ پراپیگنڈہ انسان کے سمجھنے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کو مفلوج کر دیتا ہے۔ اس حربہ کو ناکام بنا دینے کا طریق یہ ہے کہ آپ نہ ایک فریق کے پراپیگنڈہ، پر کان دھریں نہ دوسرے فریق کے۔ خاموشی سے اپنے کام کاج میں لگے رہیں اور وقت آنے پر، اپنی صوابدید کے مطابق، بہترین امیدوار کو ووٹ دیں۔ اسی میں قوم کی بہتری ہے اور اسی میں مملکت کی بہبود۔

قرآن پڑھیئے ـــ قرآن سمجھئے

اور

قرآنی اقدار کے تابع زندگی گذاریئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دولت کی پیدا کردہ بیماریاں

ڈاکٹر زاہدہ درانی (الیف۔آر۔سی۔او۔جی) فاضلیہ کالونی۔ فیروز پور روڈ۔لاہور۔

غریبی اپنے ساتھ جو مصیبتیں لاتی ہے اس کا اندازہ ہر قلبِ حسّاس بآسانی کرسکتا ہے۔لیکن ایک غلط معاشرہ میں دولت کی فراوانی جس قسم کی تباہیاں لاتی ہے، اس کا تصوّر عام طور پر نہیں کیا جا سکتا۔ ان تباہیوں کا ایک گوشہ وہ ہے جس کا اندازہ مجھے بہ حیثیت ایک لیڈی ڈاکٹر کے ہوا۔ اور انہی کی ایک خفیف سی جھلک میں اس وقت آپ کو دکھانا چاہتی ہوں۔ جہاں تک بیماری اور اس کے علاج کا تعلق ہے۔غریبی کی پیدا کردہ مصیبت ایک ہی نوعیّت کی ہوتی ہے۔مثلاً یہ کہ ایک غریب بیوہ اپنی اکلوتی بیٹی کو لے کر آتی ہے جو ایک خطرناک اور مہلک بیماری کا شکار ہے۔میں اسے دوائی لکھ کر دیتی ہوں میں کوشش کرتی ہوں کہ حتیّ الامکان دوائی سستی ہو۔ وہ نسخہ ہاتھ میں لیکر پوچھتی ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ یہ دوائی بازار سے کتنی قیمت میں ملے گی؟ میں کہتی ہوں، بیس روپے میں مل جائے گی۔ "بیس روپے" سُن کر اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ۔ اس کے ہونٹوں کی تھرتھراہٹ اور اس کی آنکھوں کی نمی، اس کے دل کی ساری کہانی اس کے ماتھے پر لکھ دیتی ہے۔ اور جب یہ دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم آلود ہو جاتی ہیں، تو اس کے ضبط کئے ہوئے آنسو، ٹپ ٹپ گرنے لگ جاتے ہیں اور اس کے بعد، وہ دل کی ساری بات زبان پر لے آتی ہے۔

لیکن دولت کی فراوانی ــــــ یعنی ایک غلط معاشرہ میں دولت کی فراوانی جس قسم کے امراض پیدا کرتی ہے اس کی نوعیتیں بھی بے شمار ہیں اور ان کی تہہ تک پہنچنا بھی آسان نہیں ہوتا۔ مثلاً بالکل نئے ماڈل کی ایک بڑی سی کار کلینک کے دروازے پر آکر رکتی ہے اور بڑے قیمتی لباس میں ملبوس ایک خاتون اس میں سے نکل کر اندر آجاتی ہے۔اس پر عجیب قسم کی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت ہوتی ہے آتے ہی کہتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب! مجھے سخت تکلیف ہے۔ اس لئے پہلے مجھے دیکھ لیجئے۔ لیکن میرے

مرض کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ اس کے لئے آپ کو کافی وقت دینا ہوگا۔ اس کے بعد شکایات کی تفصیل کچھ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب! صبح اٹھتی ہوں تو سارا جسم چُور چور ہوتا ہے۔ آنکھ کھُل جاتی ہے لیکن بستر سے اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ بصد مشکل اٹھتی ہوں تو چکرّ آجاتا ہے۔ پھر بیٹھ جاتی ہوں۔ مجھے بلڈ پریشر ہے ناں! دو قدم چلتی ہوں تو دل دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ ملازم ناشتے کے لئے آوازوں پر آوازیں دیتا ہے لیکن مجھے کوئی طلب نہیں ہوتی۔ کل ایک انڈہ کھالیا تھا، سارا دن انتڑیوں میں درد رہا۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں زیادہ دن جی نہیں سکوں گی۔ لیکن میں سوچتی ہوں کہ پھر میری بچّی کا کیا ہوگا۔ نہیں ڈاکٹر صاحب! میں اپنی بچّی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ کوئی اسے مجُھ سے چھین کر نہیں لے جا سکتا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب بھوک بالکل نہیں لگتی۔ ہر وقت بخار رہتا ہے۔ چھ برس ہو گئے علاج کرتے، کہیں سے کوئی فائدہ نہیں ہُوا۔ فلاں ڈاکٹر سے علاج کیا۔ اور فلاں سے کیا (اس کے بعد وہ شہر کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں کے نام گِنا دیں گی۔) کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ مجھ سے کہتے تھے تمہیں کوئی بیماری ہی نہیں۔ پاگل کہیں کے! کوئی کہتا تھا آپ کے اعصاب کمزور ہیں۔ دیکھئے ڈاکٹر صاحب! بھلا میرے اعصاب بھی کمزور ہو سکتے ہیں؟ بس ڈاکٹر صاحب! مجھے ایک ہی تکلیف ہے مجھے نیند نہیں آتی۔ آدھی رات تک جاگتی رہتی ہوں، اور سوچتی رہتی ہوں۔ معلوم نہیں کیا سوچتی رہتی ہوں۔ تنگ آجاتی ہوں تو خواب آور گولی کھالیتی ہوں۔ بس یہ ایک دوائی ہے جو مجھے راس آئی ہے اور کسی دوائی سے کچھ فائدہ نہیں ہُوا۔

میں معائنہ شروع کر دیتی ہوں، اور ہزار کہوں ذرا خاموش رہیئے، لیکن وہ اپنی کہانی بدستور جاری رکھتی ہیں۔ معائنہ کے بعد میں دیکھتی ہوں کہ جتنی شکائیتیں انہوں نے بتائی ہیں، ان میں سے انہیں کوئی شکائت نہیں۔ ذرا سی اعصابی کمزوری ہے۔ اس کے لئے میں دوائی تجویز کرتی ہوں تو سوال ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب! یہ دوائی کتنے کی آئے گی؟

آپ کو یاد ہے کہ یہی سوال اس غریب بڑھیا نے بھی کیا تھا! میں کہتی ہوں کہ یہی کوئی بیس تیس روپے کی آجائے گی۔

بیس تیس روپے کی؟ ڈاکٹر صاحب! اس دوائی سے بھلا مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ میں نے پانچ پانچ سو روپے فی شیشی والی دوائیاں بھی کھائی ہیں۔ آپ مہربانی کر کے کوئی کام کی دوائی لکھ دیجئے۔ کام کی دوائی سے مراد ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ قیمتی دوائی۔

آپ انہیں کوئی دوائی لکھ کر دیجئے ۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک دو دن کھائیں گے ۔ پھر یا تو کسی اور قیمتی دوائی کا مطالبہ کریں گی یا کسی اور ڈاکٹر کی طرف چلی جائیں گی ۔ ان کے گھر جائیے تو الماریاں ہسپتال دکھائی دیں گی ۔ سب دوائیوں سے بھری ہوئی کسی شیشی میں سے دو گولیاں کھائی ہوئی کسی میں سے چار ۔ ان کی یہ کیفیت عمر بھر رہتی ہے ۔ اگر ڈاکٹر کی نگاہ ذرا بھی سائیکالوجی پر ہے تو وہ دو چار نشستوں میں اندازہ لگا لیگا کہ مرض کا سرچشمہ کہاں ہے ۔ ——— میں نے جو کچھ کہا ہے وہ کسی خاص مریضہ کی کیفیت نہیں ۔ وہ ہمارے اوپر کے طبقہ کا عمومی نقشہ ہے ۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان میں ایسی خواتین بھی ہوتی ہیں جنہیں سچ مچ کوئی شکائت ہوتی ہے لیکن بیشتر ایسی ہوتی ہیں جنہیں طبیعی شکائت کوئی نہیں ہوتی ۔ ان کا مرض نفسیاتی ہوتا ہے اور پیدا کردہ ہوتا ہے ہمارے غلط معاشرے کا ۔ ان کا جسم بیمار نہیں ہوتا ۔ دل بیمار ہوتا ہے وہ دل نہیں جس کی دھڑکن (STG THESCOPE) سے سنی جاتی ہے ۔ بلکہ وہ دل جو انسانی خیالات کا سرچشمہ ہوتا ہے ۔ اس دل کی بیماری میں ان کا اپنا قصور زیادہ نہیں ہوتا ۔ جب ساری فضا نفسیاتی امراض پیدا کرنے والے جراثیم سے بھرپور ہو تو افراد کے لئے ان سے بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے ۔ ان کے سامنے زندگی کا کوئی بلند نصب العین نہیں ہوتا ۔ جن کھلونوں کو مقصودِ زندگی سمجھا جاتا ہے ، ان سے چند دنوں کے بعد طبیعت بھر جاتی ہے ۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں خلا پیدا ہو جاتا ہے جسے پُر کرنے کیلئے یہ لوگ ہر طرف مارے مارے پھرتے ہیں ، لیکن چونکہ اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ کونسی چیز کھوئی ہے جسے ہم ڈھونڈ رہے ہیں ، اس لئے وہ شے انہیں ملتی ہی نہیں جس سے انکی زندگی کا خلا پُر ہو سکے ۔ یہ ہے وہ ناکام جستجو جس سے یہ اس قسم کے نفسیاتی اوہام کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں انسانی زندگی کا مقصد سمجھایا جائے اور ان کے سامنے وہ نصب العین حیات رکھ دیا جائے جس کے حصول کی کوشش میں انسانی قلب کو سچی راحت ملتی ہے ۔ سائیکوتھراپی کے مشہور ماہر ڈاکٹر ینگ نے کہا تھا :

"میں نے اپنی زندگی کے نصفِ آخر میں جس قدر مریضوں کا تجزیہ کیا ان میں سے ہر ایک کی بیماری کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس شئے کو ضائع کر دیا تھا جو "زندہ مذہب" انسان کو مہیا کرتا ہے ۔ ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہیں پھر سے وہی شئے دے دی جاتی جو ان سے گم ہو چکی تھی یہی ان کی دوا تھی ۔"

یہ شئے قرآن کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتی ۔ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو کر میرے سامنے آئی ہے کہ خدا کا یہ ابدی نسخہ کس طرح شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ یعنی دل کی بیماریوں کا علاج ہے یہی وہ نسخہ ہے جس پر آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے حجاز کے ہسپتال میں عمل کیا گیا تھا اور جس سے انسانیت کے سب روگ دُور ہو گئے تھے ۔ اسی نسخہ سے آج ہمارے معاشرہ کی بیماریوں کا بھی علاج ہو سکتا ہے ۔

محمد ارمغان ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوری کی شرعی سزا

ہاتھ کاٹنے کی سزا ایک بار پھر اخبارات میں موضوعِ بحث بنی ہوئی ہے۔ حالانکہ کلائی سے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ قرآن کریم میں مذکور ہے، نہ حدیث کی کسی کتاب میں درج ہے قرآن کریم میں "قطعِ ید" کی اصطلاح کا ذکر بطور سزا دو مقامات پر آیا ہے۔ اوّلاً سورت مائدہ میں نظامِ مملکت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے متعلق ہے:-

اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (۵/۳۳)

اور ثانیاً سورہ مائدہ ہی میں چوری کی سزا کے متعلق ہے۔ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۳۸ : ۵)۔

دونوں جگہ "قطعِ ید" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جن کا عام ترجمہ "ہاتھ کاٹنا" کیا جاتا ہے۔ ہاتھ کس طرح کاٹا جائے گا اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہمارے سامنے قرآن کریم میں بیان کردہ، حضرت یوسفؑ کا واقعہ آتا ہے جس میں قطعِ ید کی عملی صورت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے:

قرآن کریم کے الفاظ ہیں:-

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۱۲/۳۱)

اُس نے جب ان کی یہ مکارانہ باتیں سنیں تو ان کو بلوا بھیجا اور ان کے لئے تکیہ دار مجلس کا اہتمام کیا اور ضیافت میں ہر ایک کے آگے ایک ایک چھری رکھ دی (پھر عین اس وقت جب وہ پھل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھیں) اس نے یوسفؑ کو اشارہ کیا کہ ان کے سامنے

آئے اور جب عورتوں کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ دنگ رہ گئیں۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بے ساختہ پکار اٹھیں۔ حاشا للہ! یہ شخص انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔"

آیت مذکور میں قطع ید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کسی مفسّر نے یہ بھی نہیں لکھا کہ عورتوں نے اپنے ہاتھ کلائی سے کاٹ لئے تھے۔ سب یہی لکھتے ہیں کہ انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے تھے۔

قرآن کریم کے علاوہ بخاری شریف میں بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ نہ تو دورِ رسالت میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس میں چوری کے مجرم کے پہنچوں تک ہاتھ کاٹے گئے ہوں نہ ہی پہلے تین خلفاء کے عہد میں ایسا کیا گیا۔ صحیح بخاری جلد سوم ص۶۰۷۔ (حامد اینڈ کو ایڈیشن) کے مطابق سب سے پہلے حضرت علیؓ نے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی تھی۔ جبکہ فقہ جعفریہ کے بانی امام جعفر صادقؒ اس روائت کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قطع ید سے مراد صرف انگلیاں کاٹنا ہے کیونکہ بقول ان کے وَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ کے معانی ہونگے وہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے تھے، حالانکہ کتاب ہاتھوں سے نہیں انگلیوں سے لکھی جاتی ہے۔ لہٰذا قطع ید سے مقصود انگلیاں کاٹنا ہوگا نہ کہ پورا ہاتھ۔

پہنچوں تک ہاتھ کاٹنے کے جواز میں اگر کوئی حوالہ دیا جا سکتا ہے تو وہ نیل الاوطار جلد ہفتم کے صفحہ ۱۴۲ پر رقم یہ حدیث ہے۔

"حضرت عبدالرحمٰن بن محریز سے روائت ہے کہ ہم نے فضالۃ بن عبید سے چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو گلے میں لٹکانے کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ سنّت ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا" اس کے ہاتھ کو کاٹا گیا، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے۔"

نیل الاوطار کے مصنّف علامہ شوکانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اس کا ایک راوی حجاج بن ارطاۃ تھا۔ جو تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق جھوٹا تھا۔ اس لئے اس حدیث سے ہاتھ کاٹنے کا استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

تفصیلاتِ بالا پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن مجید نے قطع ید کی جو عملی صورت بیان کی ہے اس سے مراد چوروں کے ہاتھ زخمی کرنا ہی ہو سکتا ہے ہاتھ

کا منا ہرگز نہیں۔
سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے جب اسلامی قوانین نافذ کئے تو انہوں نے بھی قدامت پرست علماء کا یہ استدلال تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے عہد میں چور کو قید کی سزا دی جاتی تھی۔
(مراۃ احمدی از مرزا محمد حسین مطبوعہ کلکتہ جلد اوّل صہ ۲۷۸)

طلوعِ اسلام

سورۃ المائدہ میں چوری کی سزا کے متعلق ہے فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا (۵ : ۳۸) جس کے معنی عام طور پر یہ لئے جاتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کاٹ کر الگ کر دو۔ لیکن لفظ قطعٌ اور قطعُ یَدٍ کے مذکورہ صدر معانی کے پیشِ نظر اس کے یہ معانی بھی ہو سکتے ہیں کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرو جس سے ان کے ہاتھ چوری سے رُک جائیں۔ اس مفہوم کی تائید آیت کے باقی ماندہ ٹکڑے سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے "جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (۵ : ۳۸) یہ ان کے جرم کی سزا ہے۔ قانونِ خداوندی کی طرف سے بطور ایک روک کے۔ یعنی چوری کی سزا میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے چور کے ہاتھ چوری کرنے سے رُک جائیں۔ اس لئے کہ اس سے آگے ہے فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ (۵ : ۳۸) اور جو مجرم ارتکابِ جرم کے بعد پشیمان ہو جائے اور اپنی اصلاح کر لے تو اسے قانونِ خداوندی کی رُو سے معاف کر دینا چاہیئے۔ اب ظاہر ہے کہ اس کی یہ پشیمانی اور اصلاح سزا ملنے سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور سزا ملنے کے بعد بھی۔ لیکن اگر سزا میں اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو اسے معافی مل جانے سے کیا حاصل ہوگا؟ اور اگر اَيْدِيْ کے معنی اختیار اور مقدرت کے لئے جائیں تو قطعِ ید کے معنی ہوں گے ان اختیارات کا سلب کر لینا یا اس مقدرت کا چھین لینا جس کی رُو سے انسان چوری کرتا ہے اس میں چوری کے علاوہ ہر قسم کی خیانت بھی آجاتی ہے۔

حقائق و عبر

علماء کی جانب سے لاؤڈ سپیکر پر پابندی کا مطالبہ

قارئینِ طلوعِ اسلام یہ عنوان دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ہمارے مولوی صاحبان تو لاؤڈ سپیکر کے بغیر سانس بھی نہیں لیتے اور اب خود ان کی جانب سے اس پر پابندی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ جی ہاں! یہ مطالبہ خود انہی کی جانب سے کیا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت اب شاید ان کی سمجھ میں بھی آ گئی ہے کہ لاؤڈ سپیکر دین کی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں میں تفرقے کا باعث بن رہا ہے۔

فرقہ اہلحدیث کے سنجیدہ ترجمان ہفت روزہ الاعتصام کے ۲۷ جولائی ۱۹۹۰ء کے شمارہ کا اداریہ لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگانے کے لئے وقف کیا گیا ہے، جس میں لاؤڈ سپیکر کے خلاف اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

"موجودہ دور میں لاؤڈ سپیکر آواز کو زیادہ دور تک پہنچانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس کے استعمال میں بھی شرعاً کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی بشرطیکہ اس سے کوئی شرعی قباحت پیدا نہ ہو۔ اگر اس کے استعمال سے شرعی قباحتیں پیدا ہوں تو اس کا ایسا استعمال شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔

مثلاً لاؤڈ سپیکر کی آواز اتنی اونچی رکھی جائے کہ قرب و جوار کے مریضوں کو تکلیف ہو۔ گھروں میں نفلی عبادت اور عورتوں کی عبادت میں اس سے خلل پڑے اور لوگوں کی نیندیں اچاٹ ہو جائیں یا تفریق و انتشار کے بیج اس کے ذریعے سے بوئے جائیں اور مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے سے لڑایا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تمام صورتوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال شرعاً صحیح اور جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس آلۂ مکبر الصوت کا یہ استعمال نصوصِ شرعیہ سے متصادم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ (البقرہ ۱۱۴)

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے

ہوتا یہ ہے کہ اذان سے قبل اور اذان کے بعد کافی دیر تک اونچی آواز سے اسپیکر کھول کر پتہ نہیں کیا کچھ پڑھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے گھروں میں عبادت اور ذکر اللہ کا اہتمام نہائت مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہوگیا ہے جبکہ ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے قرآن پڑھنا بھی صحیح نہیں۔

وعظ و تبلیغ میں بھی یہی صورتِ حال دیکھنے میں آتی ہے جس سے ایک دوسرے کے جذبات بُری طرح مجروح ہوتے ہیں اور بعض دفعہ معاملہ قتال و جدال تک پہنچ جاتا ہے۔ بالخصوص ماہِ محرّم کے ابتدائی عشرہ میں قریہ قریہ، بستی بستی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اربابِ مساجد اور اہلِ مذہب کا قرآن و حدیث کے احکاماتِ مذکورہ سے یہ بے اعتنائی اور مسلّمہ اخلاقی اقدار و اصول کی پامالی نہائت افسوس ناک ہے۔ ہم بغیر کسی حزبی تعصّب اور جانبداری کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء سے عرض کریں گے کہ وہ اس صورتِ حال پر غور کریں اور بہتر ہے کہ وہ از خود ایسا ضابطۂ اخلاق مرتّب کریں اور پوری سختی سے اس پر عمل کریں جس سے مذکورہ قباحتیں ختم ہو جائیں اور حکومت کو مداخلت کی ضرورت پیش نہ آئے۔

حکومت سے بھی ہم عرض کریں گے کہ مُلک کے انتظامی معاملات کو درست رکھنا اور باشندگانِ ملک کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کرنے والے اسباب و عوامل کو دُور کرنا اس کی منصبی ذمّہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس مسجد (مسجدِ ضرار) تک کو مسمار کر دینے کا حکم اپنے پیغمبر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو دے دیا تھا، جس کا ایک مقصد تفریق بین المسلمین بھی تھا اس لئے حکومت کا بھی فرض ہے کہ اگر علماء لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے لئے کوئی معقول ضابطہ تیار نہیں کرتے تو، اسے ایسا ضابطہ تیار کرنا اور اس پر عمل کرانا چاہیئے کہ جس سے مذکورہ مفاسد ختم ہو سکیں۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۷ جولائی ۹۰ء صـ ۲،۴)

خطبہ حجّۃ الوداع

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کی ۴ جولائی ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں خُطبہ حجّۃ الوداع کا متن شائع ہُوا ہے جو

اس ہفت روزہ کے پورے نو کالموں پر مشتمل ہے۔ (صفحات ۱۳ تا ۱۵)

بخاری شریف جسے یہ اہلِ حدیث حضرات قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب قرار دیتے ہیں بلکہ عملاً ان کے نزدیک بخاری شریف کا مرتبہ قرآن مجید سے بھی برتر ہے۔ اس میں خطبہ حجۃ الوداع کے متن کے ایک کالم میں صرف چھ سطریں بیان کی گئی ہیں۔ (الفتن (صحیح بخاری کتاب الفتن جلد سوم صفحہ ۶۴ عام ایڈیشن) ہفت روزہ اہلِ حدیث نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے اس خطبے کا متن کہاں سے لیا ہے۔ کیا ان کے نزدیک بخاری شریف والا متن صحیح ہے۔ یا نو کالموں والا۔ اگر نو کالموں والا صحیح ہے تو پھر لازماً بخاری شریف نے اس میں تحریف کر کے اسے کم کر دیا ہے۔ اس صورت میں اسے قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔!

انکم ٹیکس اور علماء

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا شمار ملک کے روشن خیال علماء میں کرایا جاتا ہے۔ ان کے تربیت یافتہ علماء نے انگریزی اور اردو میں ایک رسالہ "تذکیر" کے نام سے جاری کر رکھا ہے۔ اس کے جولائی ۱۹۹۰ء کے شمارے کے انگریزی حصے میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی ریاست میں انکم ٹیکس دینا لازمی نہیں ہے، ان سے صرف زکوٰۃ اور عشر وصول کیا جائیگا۔ آگے ایک حدیث نقل کی ہے کہ کوئی ٹیکس اکٹھا کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

لیکن جناب امین احسن اصلاحی صاحب کے ان روشن خیال شاگردوں نے یہ نہیں بتایا کہ حکومت کے اخراجات کس مد سے پورے کئے جائیں گے۔

عورت کا دائرہ عمل

ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور اپنے پندرہ جون کے شمارے میں اس عنوان کے تحت لکھتا ہے:۔

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ. (الاحزاب)

ترجمہ:۔ اور اپنے گھروں میں سکون و وقار سے ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں اظہارِ زینت کرتی تھیں اس طرح کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

کلام کے سیاق و سباق کے پیشِ نظر یہ خطاب اگرچہ ازواج مطہرات سے ہے لیکن مقصد اور حکم کے لحاظ سے تمام اہلِ ایمان خواتین کو مشتمل ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ

عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر اور اس کے گھر کی چار دیواری ہے اسے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔ اس کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں حصّہ لے یا سرکاری دفتروں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے۔ (ہفت روزہ اہلحدیث، بابت ۱۵ جون ۱۹۹۰ء ص۲)

اظہارِ زینت کی آڑ میں بیرونِ خانہ سرگرمیوں پر پابندی لگاتے وقت ہمارے علماء یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ عملی زندگی میں امّ المومنین حضرت عائشہ رضؓ نے قرآنِ کریم کی اس آیت کے علی الرّغم امّہات المومنین کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کا بدلہ لینے والے مسلمانوں کی قیادت وہ خود کریں گی اور اسی طرح جب انہیں یہ خبر ملی کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک صحابی حجر بن عدی کو قتل کرا دیا ہے تو انہوں نے خلیفۂ وقت کو دھمکی دی کہ وہ اسے اپنے آدمی بھیج کر قتل کرا سکتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آخری دم تک عملی سیاست میں حصّہ لیتی رہی ہیں

(البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص۵۵)

دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

دارالعلوم دیوبند، برّصغیر ہندوستان میں علماء تیار کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ جہاں سے لاکھوں علماء فارغ التحصیل ہوکر برّصغیر کے کونے کونے میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اس ادارے کے بارے میں حال ہی میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ علماء کے مختلف گروہ دارالعلوم پر قبضہ قائم کرنے کے لئے اس شدّت سے مصروفِ پیکار ہیں کہ دارالعلوم میں امن قائم کرنے کیلئے بسا اوقات غیرمسلم پولیس اور فوج بلانا پڑتی ہے۔ نیز یہ کہ دارالعلوم کے مقتدر علماء ایک دوسرے پر زناکار ہونے تک کا الزام لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

یہ رپورٹ نئی دہلی سے مجلّہ "نئی دنیا" میں شائع ہوئی ہے، جسے ہفت روزہ "ندا" لاہور نے ۳۱ جولائی ۱۹۹۰ء میں شامل کیا ہے۔ رپورٹ کے درج ذیل حصص دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ:۔ "دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد"

(۱) مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا اسعد مدنی گروپ کا قبضہ گزشتہ ۸۔ سالوں سے جاری ہے۔ اس دوران کئی مرتبہ اس طرح کے حالات پیدا ہوئے جب لوگوں کو محسوس ہُوا کہ مولانا اسعد مدنی اور قاری طیّب گروپ آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اگر اس

دوران میں کوئی معمولی سا واقعہ بھی رونما ہُوا تو ایک کو دوسرے کے سر تھوپنے کی کوشش کی گئی مگر تازہ واقعہ اس لئے حیرت انگیز ہے کیونکہ اس مرتبہ مولانا اسعد مدنی گروپ کے خاص سمجھے جانے والے مولانا وحیدالزّماں کیرانوی کو ہی دارالعلوم سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔ مولانا وحیدالزّماں کی شخصیّت تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ایک ایسا فرد جس نے دارالعلوم کو موجودہ لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچانے میں سالہاسال جدّوجہد کی۔"

(۲) مولانا اسعد کی یہ عادتِ ثانیہ ہے کہ وہ لوگوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان کے کاروبار ان کی ملازمتیں ختم کرا کے اپنے یہاں لاتے ہیں اور جب ان سے کام لے چکتے ہیں تو انہیں دُودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر پھینکتے ہیں۔ ناز انصاری کے مطابق جمیعت میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا وحیدالدین قاسمی، مولوی ایوب انصاری، سیّد ارشاد علی، حضرت مولانا محمد میاں، مولانا اخلاق حسین قاسمی، مولانا سیّد احمد ہاشمی، مولانا عبداللہ (اجراڑہ) جیسے علماء کو اسی طرح علیحدہ کر دیا گیا۔ ہفت روزہ ایشیاء کے مطابق ختم بخاری شریف کے بعد مجلس شورٰی کا اجلاس بلایا گیا جس میں شورٰی کے کئی اہم ارکان موجود نہیں تھے۔ اس اجلاس میں مولانا وحیدالزّماں کیرانوی کی سبکدوشی کا فیصلہ کیا گیا اور تمام موجود ارکان کی تائید کی گئی کہ وہ اس فیصلے کی خبر کسی کو اس وقت تک نہ دیں جب تک مولانا کو سبکدوشی کا پروانہ نہ دے دیا جائے۔

(۳) نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں گروپ آمنے سامنے آ گئے۔ ایک گروپ پوسٹر پڑھنا چاہتا تھا جبکہ دوسرے گروپ نے ان کو پھاڑنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد جب تناؤ بڑھنے لگا تو کسی نے اس کی اطلاع کوتوالی دیو بند کو دی اور دیکھتے ہی دیکھتے بڑی تعداد میں پولیس فورس اور پی اے سی (نیم فوجی دستے) موقع پر پہنچ گئی۔ اگلے روز خبر رساں ایجنسی کے حوالے سے کچھ اخبارات میں دارالعلوم میں کشیدگی اور نیم فوجی دستہ کے تعیّنات کی خبر پڑھ کر دیوبند سے باہر بیٹھے لوگوں میں زبردست بےچینی پھیل گئی۔ اخبار نویس اسی روز دیوبند پہنچے۔ راقم الحروف نے پہلے ایس ایس پی ہربھجن سنگھ سے ملاقات کی۔ انہوں نے نیم فوجی دستہ تعینات کرنے کی خبر کو شرارت انگیز بتاتے ہوئے کہا کہ پوسٹر لگانے اور پھاڑنے سے لے کر جو فضا خراب ہوئی تھی اس کو دیوبند پولیس نے ہی کنٹرول کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ احتیاط کے طور پر پی اے سی لگائی گئی تھی مگر حالات پُرسکون ہونے پر اس کو ہٹا لیا گیا۔ ایس ایس پی نے

بتایا کہ دونوں گروپوں کے درمیان ایس ڈی ایم دیوبند اور سرکل آفیسر دیوبند جتندر سوکر کی موجودگی میں سمجھوتہ کرا دیا گیا ہے۔

(۴) وحیدالزّماں کے مطابق مولانا اسعد نے قاری طیّب کے بارے میں میرے ذہن کو اس قدر تبدیل کیا کہ میں یہ سوچنے لگا کہ دارالعلوم کی بقا کے لئے مولانا اسعد مدنی کے مشوروں کو اوّلیّت دی جائے۔ مولانا وحیدالزّماں نے بتایا کہ قریب آنے کے باوجود میرے اور مولانا کے نقطۂ نظر میں واضح فرق موجود رہا۔ میرا نقطۂ نظر دارالعلوم کی حفاظت اور مولانا اسعد کا نقطۂ نظر اس پر اپنا تسلّط قائم کرنے کا رہا۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ مولانا اسعد کے کہنے پر انہوں نے جمعیّت طلبۂ بنوائی اور اس طرح طلبہ کی حمایت اور انتظامیہ کی مدد سے دارالعلوم کو قاری طیّب کے حامیوں سے خالی کرا لیا گیا۔

(۵) مولانا اسعد مدنی نے اپنی بات کی دلیل دیتے ہوئے ایک مدرّس پر الزام لگایا کہ وہ زناکار ہیں۔ مولانا وحیدالزّماں کے مطابق اس الزام پر میں نے اعتراض کرتے ہوئے مولانا اسعد سے کہا کہ آپ عالمِ دین اور مجلسِ شوریٰ کے ممبر ہیں۔ آپ کو بلا تحقیق کسی پر اتنا سنگین الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ میں نے مولانا کو یہ بھی یاد دلایا کہ چار گواہ پیش کئے بغیر الزام لگانے والے پر حدِّ قذف واجب ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ مجلس شوریٰ عدالتِ عالیہ کی حیثیّت رکھتی ہے۔ اور آپ اس کے رُکن ہیں۔ ارکانِ عدالت کو کسی پر الزام لگانے کا حق نہیں بلکہ لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کرنا اس کی ذمّہ داری ہے۔ میں نے یہ بھی شوریٰ سے درخواست کی کہ جس پر الزام لگایا گیا ہے اس کو بلایا جائے۔ مولانا وحیدالزّماں نے بتایا کہ مولانا جس پر الزام لگا رہے تھے وہ مولانا کے گھر میں بھی آیا جایا کرتے تھے۔ اس لئے اس طرح کا الزام کس وجہ پر لگایا جا رہا تھا اس کی تحقیق ضروری تھی۔

(ہفت روزہ 'ندا' لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۶-۱۷)

طلوعِ اسلام

یہ مولانا اسعد مدنی صاحب مولانا حسین احمد مدنی کے فرزندِ ارجمند ہیں جنہوں نے زندگی کے آخری سانس تک قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

قاسم نوری

یوں بدل دیتے ہیں قرآں کا مفہوم

یہ ۱۹۸۶ء کی بات ہے۔ ہم میاں بیوی انگلینڈ میں رہ رہے تھے اور ہماری پانچ/چھ سالہ بیٹی عروج ایک عیسائی سکول میں دوسری کلاس میں زیرِ تعلیم تھی۔ وہاں کسی ٹیچر سے اس نے 'خدا' کے بارے میں کوئی بات سنی۔ ننھا مُنّا سا ذہن کچھ بے چین سا ہوگیا۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ سکول سے واپس آتے ہی میری گود میں آبیٹھی

"ابّو! خدا کون ہے۔ کہاں رہتا ہے؟"

"کیوں بیٹا خیریت تو ہے؟ نہ کچن کی طرف دوڑیں نہ کھانا کھایا، نہ کپڑے تبدیل کیئے۔"

"پلیز ابّو! بتائیں نا؟ خدا کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

سچ پوچھیئے تو میں سٹپٹا گیا تھا۔ ساری زندگی لکھتے لکھاتے، تقریریں کرتے، بقراطی جھاڑتے گزر گئی تھی، بڑے بڑے مسئلے اور پیچیدہ نکتے پل بھر میں حل کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہُوا کرتا تھا۔ لیکن آج ننھے مُنّے سے ذہن کے ننھے مُنّے سے سوال نے لاجواب کر دیا تھا، بوکھلا دیا تھا۔ ایسا جواب جو اس کی شعوری سطح کے برابر ہو اور اسے مطمئن بھی کر سکے، قطعاً نہیں سوجھ رہا تھا۔۔۔ ذرا سا سوچنے کی کوشش کی تو اندازہ ہُوا کہ بات ننھے مُنّے سے ذہن کی یا ننھی منّی سی نہیں ہے۔ بہت ہی بڑی ہے اور بہت ہی اہم بھی ہے۔۔۔ ابھی تذبذب ہی میں تھا کہ روائتی سا اور لاکھوں مرتبہ کا سُنا ہُوا جواب ذہن میں آیا اور میں نے فخریہ طور پر بیٹی کو بتایا:

"خدا وہ ہے جس نے ساری دنیا بنائی، زمین بنائی، آسمان بنایا، چاند، سورج، ستارے بنائے، بڑے بڑے پہاڑ بنائے۔"

وہ معصومیّت سے میرا چہرہ تکنے لگی اور حیرت سے پوچھنے لگی:

"ابّو! خدا کے پاس اتنی ڈھیر ساری اینٹیں اور سیمنٹ کہاں سے آیا ہوگا؟"

دو منٹ پہلے جس بقراط نے ذہن میں آنکھ کھولی تھی پھر خراٹے لینے لگا۔۔۔ میری مسز نے

مشکل کو بھانپا اور عروج کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"بیٹا خدا وہ ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے جس نے حیوان بنائے، انسان بنائے مجھے ابو کو اور تمہیں پیدا کیا۔"

عروج کے چہرے پر مزید بے اطمینانی اور بے چینی کے رنگ نمایاں ہو گئے صاف جھلکتا تھا اس کا ذہن یہ سب قبول کرنے کو تیار نہیں ہے ــــ کہنے لگی:

"نہیں میں خدا کی بیٹی نہیں ہوں مجھے خدا نے پیدا نہیں کیا۔ میں امی اور ابو کی بیٹی ہوں اور ابو کو بھی خدا نے پیدا نہیں کیا وہ دادا ابو اور دادی امی کے بیٹے ہیں۔ اور امی کو بھی خدا نے پیدا نہیں کیا وہ نانا ابو اور نانی امی کی بیٹی ہیں۔ پلیز بتائیے نا۔ خدا کون ہے اور کہاں رہتا ہے ــــ ؟"

میں اگر کہتا کہ خدا آسمانوں میں رہتا ہے تو کیا یہ جواب صحیح ہوتا اور اگر کہتا کہ زمین اور آسمان دونوں جگہ رہتا ہے تو کیا اس کو مطمئن کر سکتا ؟ پھر خدا کون ہے اور ہم سے اس کا کیا تعلق ہے ؟ اس سے اگر کوئی رشتہ ہے تو کس قسم کا ہے ؟ رشتے تو خون کے ہوتے ہیں ــــ تب مجھے احساس ہوا کہ خدا کا واضح اور قرآنی تصور ننھے منے ذہنوں میں ابتدا ہی سے ڈالا جانا اور انسان اور خدا کا رشتہ واضح کیا جانا کس قدر ضروری اور اہم ہے اور اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ نسلِ نَو گمراہ ہو سکے یا دین ایمان اور خدا کے بارے میں کسی بھی وسوسے اور تذبذب کا شکار ہو سکے ــــ

کچھ کہنے سے پہلے بہت کچھ جاننا ہوتا ہے اور اگر بات بہت ہی معصوم شعور کو سمجھانے اور مطمئن کرنے کی ہو تو مشکل اور بھی سوا ہوتی ہے ــــ لیکن اس وقت میری حیرت اور اضطراب کی انتہا نہیں رہی جب میں نے قلم اٹھانے سے پہلے قرآن کھول کر دیکھنا شروع کیا ــــ دیکھتا رہا دیکھتا گیا ...... سارا قرآن کھنگال ڈالا لیکن مجھے سارے قرآن میں کہیں بھی "خدا" نظر نہیں آیا۔ میری مراد "لفظ خدا" سے ہے ــــ ذرا آگے بڑھا تو "نماز" بھی نظر نہیں آئی ــــ "روزہ" بھی نظر نہیں آیا ــــ "درود" بھی دکھائی نہیں دیا ــــ "معبود" بھی نہیں ملا۔ حتیٰ کہ "مذہب" تک کا نام نہیں ملا ــــ یا اللہ یہ سب الفاظ جو سرے سے قرآن میں موجود ہی نہیں ہیں، ہمارے ایمان کا حصّہ کیسے بن گئے ؟!! دلوں غور کیا مہینوں تحقیق کی تو حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔ معلوم ہوا کہ امتِ مسلمہ زبردست سازش کا شکار ہوئی ہے۔ اسلام سے، قرآن سے مسلمانوں کو دُور رکھنے

کے لئے، پھیر دینے کے لئے، بیگانہ کر دینے کے لئے ایسی منظم سازش کہ جس کے تصور سے بھی روح لرز لرز جاتی ہے۔

ہر لفظ مخصوص معانی اور پس منظر کا حامل ہوتا ہے اور پڑھنے والے کو ایک خاص اور محدود تصور کا پابند کرتا ہے جیسے "روٹی" کہنے سے ایک ہی تصور واضح ہوتا ہے اور اس کے بجائے دوسرا کوئی بھی لفظ استعمال کیا جائے تو مفہوم از خود بدل کر رہ جائے گا اور روٹی ہرگز ذہن میں نہیں آئے گی ــــ مثلاً روٹی کے بجائے گندم سے بننے والی کسی بھی دوسری چیز کا نام لے لیجئے وہ ایک علیحدہ معنی اور مفہوم تو دے گی "روٹی" نہیں ہوگی ــــ نان ــــ پراٹھا، کلچہ، ٹکیہ سب بطور روٹی استعمال تو ہو سکتے ہیں "روٹی" نہیں ہو سکتے اور نہ روٹی کا مفہوم ادا کر سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مکرم کے ایک ایک لفظ ایک ایک حرف کی حفاظت کا ذمہ لیا اور قیامت تک کے لئے اس کے تحفظ کی ضمانت دی اور سچ پوچھئے تو یہی ایک دلیل ہے جو ثابت کرتی ہے کہ قرآن کسی انسان کی تخلیق کردہ کتاب نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے ــــ یہ چیلنج ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود ساری دنیا کے سامنے آج بھی موجود ہے کہ :

" اگر تم کو شک ہے کہ یہ کتاب اللہ کی نہیں ہے تو اس جیسی دس سورتیں بنا کر دکھا دو۔ اگر دس نہیں بنا سکتے تو پانچ بنا کر دکھا دو۔ اچھا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ ــــ "

اب دشمنانِ اسلام کے لئے قرآن بدلنا ممکن نہ تھا۔ لفظ بدلنے ممکن نہ تھے۔ ایک ہی صورت ہو سکتی تھی کہ ان لفظوں کی شکل بدل دی جائے۔ قرآن کے الفاظ کی جگہ متبادل الفاظ رکھ دیئے جائیں، مفہوم خود بخود بدل جائیگا اور اس طرح ایک دن سارا قرآن بدل کر رہ جائے گا ــــ اس کے لئے طریق یہ سوچا گیا کہ قرآن کے الفاظ تو جوں کے توں رہنے دیئے جائیں۔ البتہ ان الفاظ کی تشریح تفسیر اور ترجمہ کرتے وقت وہ الفاظ نہ رکھے جائیں بلکہ ان کی جگہ اپنے دیوتاؤں اور معبودوں کے نام رکھ دیئے جائیں۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی تقریباً چھ ہزار سال پہلے ایران میں "آگ" کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس مذہب کے بانی ZOROASTER تھے جنھیں زرتشت بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے معبود یا "اگنی دیوتا" کو خدا کہتے تھے اور اس خدا کی عبادت کے لئے اپنے جسم کو خاص طریقے سے حرکت دیتے تھے، خاص طریقے سے اس کے سامنے جھکتے تھے۔ کھڑے ہوتے تھے۔ زمین پر

ماتھا ٹیکتے تھے۔ دو زانو ہوکر بیٹھتے تھے اور آخر میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے تھے ___ اس تمام عمل کا نام "نماز" کہلاتا تھا ___ اپنے دیوتا، خدا کو خوش رکھنے اور اس تک پہنچنے کے لئے سال کے مختلف حصوں میں کچھ دن 'فاقہ' کرتے تھے۔ اس فاقہ کی صورت یہ تھی کہ صرف اناج نہ کھانے کی پابندی ہوتی تھی۔ دودھ شربت، پھل، پانی کے استعمال پر قدغن نہیں ہوتی تھی ___ اس عمل کا نام "روزہ" ہوتا تھا ___ جناب زرتشت چونکہ اس مذہب کے بانی تھے لہٰذا ان کی شان میں تقدس اور عزت کے جو لفظ وردِ زبان رہا کرتے تھے، ان کے لئے "درود" کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر جناب زرتشت کا یہ مذہب سارے ایران میں پھیل گیا اور عوامی و سرکاری مذہب بن گیا۔ "ژند اوستا" اس مذہب کی مقدس کتاب سمجھی جاتی تھی۔ "ژند" اس زمانے کی زبان کا نام تھا جو پہلوی زبان سے پہلے ایران میں رائج تھی۔ اور اس مقدس کتاب کو "اوستا" کہا جاتا تھا ___ "ژند اوستا" کا مطلب ہوا "ژند زبان میں لکھی ہوئی مقدس کتاب" ___

شاہِ ایران "ارٹیک ذی آس" " ARTAXEUES " کے عہد تک اس مذہب کے قریب قریب ستر فرقے موجود تھے اور مسٹر کپاڈیا کی کتاب "THE TEACHING OF ZOROASTER" کے مطابق پہلوی زبان میں جو "اوستا" سب سے مستند سمجھی جاتی تھی وہ مقدس راہب "اڈوا ڈیراف" کے ان بیانات کا مجموعہ تھی جسے آسمانوں کی معراج نصیب ہوئی تھی اور آسمانوں کی سیر کے دوران جو کچھ اس نے دیکھا اور وہاں دیوتاؤں سے سنا تھا سب اس کتاب میں جمع کر دیا تھا ___ مناسب ہوگا کہ گبن کے الفاظ میں یہ سارا واقعہ بھی سن لیجئے!

"پہلوی شاہ ایران 'ARTAXEUES' نے ان ستر فرقوں کے اختلافات مٹانے کے لئے قریب ۴۵۰ء قبل مسیح میں ایک عظیم الشان کونسل منعقد کی اس کونسل میں ۸۰ ہزار پجاری اطراف و اکنافِ سلطنت سے شامل ہوئے لیکن یہ گروہ اس قدر کثیر تھا کہ کونسل کا انعقاد مشکل ہوگیا اس لئے ان میں سے صرف سات مقدس "مغ" (راہب) منتخب ہوئے جو اپنے زہد اور علم و بصیرت میں منفرد تھے اور معتمد علیہ تصور کئے جاتے تھے۔ ان سات مغوں یعنی راہبوں میں سے ایک راہب "اڈوا ڈیراف" کے سامنے آتشیں شراب کے تین پیالے رکھے گئے اس نے انہیں پیا اس کے بعد ایک لمبی اور گہری نیند سوگیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے بادشاہ اور دیگر حاضرین کو بتایا کہ اس نے

کس طرح آسمانوں کی سیر کی ہے۔ جہاں مقدس دیوتاؤں کی اس سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور انہوں نے صحیح طریقِ عبادت کونسا بتایا ہے۔ اس کی آسمانی شہادتوں کے سامنے اور دیوتاؤں کی طرف سے فرض کی ہوئی نماز اور پوجا کے طریقوں کے سامنے سننے والوں کے خیالات اور شبہات دب گئے اور اس طرح زرتشت کے مذہب کا ضابطہ قوانین مرتب کر دیا گیا اور سند بن گیا۔" (بحوالہ۔ مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں۔ از علامہ پرویز)

بعد میں یہی مذہب جو اوڈا ڈیراف کو آسمانی معراج کی حالت میں دیوتاؤں سے ملا تھا۔ مختلف روش اور شکلیں بدلتا ہوا بدھا ازم، ہندو ازم اور موجودہ پارسی فلسفۂ مذہب میں ڈھلا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے وقت یہی مذہب ایرانی مملکت کا اور ایرانی قوم کا مذہب تھا اور اس مذہب کو تمام کرۂ ارض پر بڑی اہمیت حاصل تھی ـــــ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایران کی تہذیب و ثقافت عروج پر تھی اور ایران کا دبدبہ تمام دنیا کو محیط تھا۔ ایرانیوں کے تکبر و نخوت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ سائنس، طب، ریاضی، عمرانیات، فلسفہ، منطق غرض زندگی کو محیط تمام علوم و فنون میں ایران کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم اس دور کے ایران کا موازنہ آج کے امریکہ سے کر سکتے ہیں ـــــ جہاں اگر صدارتی انتخاب ہو تو دنیا بھر کی قوموں اور ملکوں کے دل دھڑکنے لگتے ہیں اور اقوامِ عالم کی سیاست متاثر ہونے لگتی ہے ـــــ

اتنی بڑی اور اس قدر مضبوط و مستحکم سلطنت اور اس قدر رفیع الشان تہذیب کو جب ایک ایسی گمنام، ادنیٰ، جاہل، اُجڈ، بکری اور اونٹنی کا دودھ اور کھجور کی گٹھلیوں کے ستو، پی کر جینے والی عرب قوم کے ہاتھوں شکستِ فاش ہوگئی اور تمام ایران، مسلم عرب کے اقتدار میں چلا گیا تو ایرانی تلملا کر رہ گئے ـــــ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ایتھوپیا یا زمبابوے، آج امریکہ پر قبضہ کر لے۔ تو سوچئے امریکیوں کی کیا ذہنی اور قلبی حالت ہوگی۔

طاقت اور جنگ میں تو ایرانی، مسلمانوں سے شکست کھا گئے لیکن اس شکست کو انہوں نے دل سے تسلیم نہیں کیا ـــــ ایران کے علماء اور بڑے بڑے دانشور سر جوڑ کر بیٹھے اور انتقام کی ترکیبیں سوچنے لگے۔ بڑی آسانی سے انہیں اس کا حل مل گیا۔ مسلمان انتہائی سادہ لوح، مخلص، دیانت دار اور بھروسا کرنے والے لوگ تھے اور دنیا کے بیشتر علوم و فنون سے قطعاً بے بہرہ تھے ـــــ ایران کے علماء اور دانش ور حضرات نے سوچی سمجھی سکیم کے مطابق خود کو

مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا اور خود مسلمان ہونے کی درخواست کی۔ جسے فوراً قبول کر لیا گیا۔ اس کے بعد ان علماء نے جو اپنے ملک میں بھی چوٹی کے علماء کا درجہ رکھتے تھے۔ عرب مسلمانوں کو علوم و فنون سکھانے اور قرآنِ حکیم کے ترجمے اور تفسیر کی ذمہ داری قبول کر لی۔۔۔ سیدھے سادے عرب اُن کے فریب میں آ گئے اور ایرانی علماء نے اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے لئے نہ صرف عربوں کی تاریخ مسخ کر ڈالی بلکہ روحِ قرآن کا بھی حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔۔۔۔ قرآن کے الفاظ تو وہ بدل نہیں سکتے تھے کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالےٰ نے قبول کی ہوئی تھی لیکن الفاظ اور خاص طور پر وہ الفاظ جو قرآنی تعلیمات کی بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے، ان کا نہ صرف مفہوم' ترجموں میں بدل ڈالا بلکہ ان الفاظ کو اپنے مذہب اور دیوتاؤں کے نام سے بھی بدل دیا۔

مثلاً اللہ تعالےٰ نے قرآن میں اپنا تعارف اور نام **اللہ** کہہ کر کرایا ہے۔ لیکن ترجمہ اور تفسیر میں **اللہ** کی جگہ اپنے معبود اور دیوتا کا نام "خدا" رکھ دیا۔۔۔ اور اس کو اس کثرت سے استعمال کیا کہ اکثریت کی زبان پر **اللہ** کی جگہ **خدا** نے لے لی۔

آپ کسی بھی شخص کو اس کے اصل نام کے بجائے دوسرے نام سے پکاریں تو اسے آپ اچھے نہیں لگیں گے اور اگر پکارا جانے والا نام اس کے اصل نام و مقام سے کم تر درجہ کا ہو تو وہ آپ سے ناراض ہو جائے گا۔ تعلق منقطع کر لے گا کیونکہ اسے نئے نام سے توہین کا احساس ہوگا۔۔۔ سوچئے...... ! اللہ اپنا تعارف اللہ کہہ کر کراتا ہے۔۔۔ اس کا رسول 'اللہ' پکارتا ہے۔ لیکن ہم بضد ہیں کہ ہوں گے۔ اے اللہ، ہم تو خدا ہی کہیں گے۔۔۔ "خدا کرے وہ آجائے خدا کرے وہ چلا جائے"، "خدا ایسا کرتا ہے خدا ویسا کرتا ہے"۔ "**خدا حافظ**"۔۔۔ "خدا نگہبان" کے الفاظ آپ دن رات سنتے ہی ہیں نا؟ اور توقع یہ رکھتے ہیں کہ **خدا** خوش ہوتا ہوگا۔۔۔ کیا غیر شعوری طور پر آپ اللہ سے مُنہ موڑ کر آتش پرستوں کے دیوتا کو خوش نہیں کرنے لگے۔۔۔ اور جب دیوتا کا نام ہی لینا فرض قرار پایا تو کسی بھی دیوتا کا نام لینے میں حرج کیا ہے۔۔۔ خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کے ناموں میں سے کوئی بھی نام تجویز کر لیجئے لات و منات کہنے میں کیا مضائقہ ہے؟ ایشور، بھگوان، پرماتما کہنے میں کیا قباحت ہے؟

میرے برادرِ نسبتی جو مستقلاً انگلینڈ میں ہیں اور ایک بڑی پوسٹ پر ہیں۔ ان کی بیوی مس پٹریشا کیتھولک مذہب کی انگریز عیسائی خاتون تھیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب انہیں GOD اور اللہ کے فرق کا علم ہُوا تو وہ اللہ پر ایمان لے آئیں اور GOD سے

لاتعلق ہوگئیں ــــــ ہُوا یہ کہ وہ میرے برادرِ نسبتی سے شادی کرنا چاہتی تھیں اس کے لئے انہوں نے چرچ سے اجازت مانگی۔ چرچ نے پوچھا کہ بچّے کس مذہب پر ہوں گے یعنی انہیں مسلمان بنایا جائے گا یا کیتھولک عیسائی؟ ــــــ مس پیٹریشا نے پوچھا کہ ہم بچّوں کی آزادی کا سَودا آج کیسے کرلیں؟ جب وہ پیدا ہوں گے اور بڑے ہونگے تو وہ خود فیصلہ کرلیں گے ــــــ پھر مسلمان بھی تو GOD کو مانتے ہیں۔ اللہ اور GOD میں تو کوئی فرق نہیں ہے؟ چرچ چیخ پڑا۔ ہے، بہت بڑا فرق ہے ــــــ مسلمانوں کا اللہ بے کراں ہے ــــــ لامحدود ہے ــــــ اس کا کسی سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہے ــــــ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے ــــــ وہ صِرف اپنے قانون سے جانا اور پہچانا جاتا ہے لیکن GOD انسانوں سے لاتعلق نہیں ہے۔ وہ عیسیٰؑ ابنِ مریم کا باپ ہے ــــــ وہ صرف عیسیٰ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے ــــــ

افسوس وہ غیر مسلم تو یہ حقیقت سمجھ چکے تھے لیکن ہم مسلمان آج تک نہیں سمجھ سکے نہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اللہ صرف اور صرف اپنے قانون (قرآنِ مکرّم) سے ہی جانا اور پہچانا جا سکتا ہے ــــــ اس کے قانون سے غفلت، نظراندازی یا نہ سمجھنے کا مطلب "اسلام" کو نہ سمجھنا ہے۔ دین سے دُوری ہے ــــــ اور جب ہم دین سے ہی دُور ہوگئے تو رام اور رحیم ایک سطح پر آکھڑے ہوئے ــــــ دنیا کے سارے مذاہب اور اسلام ایک جیسے لگنے لگے ــــــ سبھی راستے اللہ کی طرف جاتے دکھائی دینے لگے ــــــ سبھی بھائی بھائی بن گئے اور پھر آپ نے دیکھا کہ 'اسلام' بھی سیکولر بن کر رہ گیا ــــــ یہ ہُوا کرتا ہے ایک لفظ کی تبدیلی سے۔ پورے کے پورے (CONCEPT) یعنی تصوّر کا بدل جانا ــــــ مکمل آئیڈیالوجی کا بدل جانا ــــــ

اللہ ــــــ ایک ہمہ گیر "قانون" کا نام تھا یعنی اس کے قانون پر چل کر ہی ہم اس تک پہنچ سکتے تھے۔ اور قانون کا تعلق تو صرف سمجھنے سے ہی ہُوا کرتا ہے ــــــ قرآنِ کریم کا تعارف ہی اللہ نے یہ کہہ کر کرایا ہے کہ یہ کتابِ حکمت ہے، کتابِ ہدایت ہے، اس کے اصول اٹل ہیں، ضابطے اٹل ہیں، قوانین اٹل ہیں اور قیامت تک کے لئے ہیں ــــــ اور حکمت کو، ضابطوں کو قوانین کو تو سمجھنا سیکھنا ہوتا ہے ــــــ وہ صرف پڑھنے سننے اور حروف پر انگلی پھیرنے یا جان کنی کے عالم میں مرتے ہوئے لوگوں کو سنانے کے لئے نہیں ہوتے ــــــ کیا مضحکہ خیز بات ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے انسان کو ہم یہ سنا رہے ہوتے ہیں

کہ وہ دنیا میں کس طرح رہے اور کس طرح اچھی زندگی گزارے ـــــ اور اس سے بھی مضحکہ خیز صورت اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم مرجانے والے لوگوں کو قرآن پڑھ پڑھ کر بخش رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ سنا رہے ہوتے ہیں کہ تم اپنے دنیاوی معاملات اس طرح طے کیا کرو ـــــ اس کتاب کی روشنی میں اس طرح عزتیں حاصل کیا کرو ـــــ اور آپس میں اس قسم کے تعلقات رکھا کرو ـــــ پھر مزید ستم یہ ہے کہ ہم یہ سب کچھ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مُردے بھی بخشے گئے اور ہم کو بھی ثواب مل گیا۔

قرآن کریم میں ایک لفظ تھا "صلوٰۃ"، جو ایک ایسے معاشرہ اور نظام کا نام تھا کہ اگر اسے قائم کر دیا جائے تو اللہ کا یہ دعوےٰ ہے کہ اس سے تمام بے حیائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور یہ ہر قسم کی فحاشی اور منکرات سے روک دیتی ہے ـــــ اور یہ معاشرے کی ناہمواریوں کو درست کر دیتی ہے۔ لہٰذا جہاں بھی آیا یہی آیا کہ 'صلوٰۃ' قائم کرو ـــــ اَقِمِ، اَقِیۡمُ، اقامہ اور اس جیسے جتنے بھی لفظ ہیں وہ 'صلوٰۃ' کو یعنی اس نظام کو قائم کرنے کے لئے بتکرار آئے ہیں ـــــ اور اگر ایسا ہو جاتا تو آج اس کرّہ ارض کی امامت، مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی لیکن دشمنانِ اسلام نے بڑی ہنرمندی سے صلوٰۃ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس لفظ کا نام ہی بدل ڈالا اور اللہ کی صلوٰۃ، اگنی دیوتا "خدا کی نماز" بن کر رہ گئی ـــــ جو صرف پوجا پاٹ تھی۔ پڑھی جاتی تھی اور جس کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا ـــــ کوئی شخص مسجد میں نہ نماز قائم کرنے جاتا ہے اور نہ قائم کر کے آ رہا ہوتا ہے ـــــ سب نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ نماز پڑھ کے ہی آ رہے ہوتے ہیں۔ پھر صلوٰۃ کے تصور سے ہٹانے اور اگنی دیوتا "خدا" کی نماز پر لگانے پر اس قدر زور دیا گیا کہ نماز ہی ذریعۂ نجات ٹھہری ـــــ کلیدِ جنت قرار پائی۔ مسلمان اور کافر کے درمیان "فرق" بتائی گئی۔ اس کا انکار کرنے والا تو ایک طرف جان بوجھ کر صرف ایک نماز ترک کر دینے والا کافر ٹھہرا اور مرتد کہلایا ـــــ اس سے بھی آگے چلئے تو یوں بھی ہوا کہ کسی نے توجہ دلائی کہ بھائی "نماز" کی نہیں "صلوٰۃ" کی ضرورت ہے تو اسے قتل کر دیا گیا اور یہ بات ذہنوں میں نقش کر دی گئی کہ صلوٰۃ ہی نماز ہے اور نماز ہی صلوٰۃ ہے۔ یہاں واضح کر دوں کہ میں نماز کا انکار نہیں کر رہا موجودہ تصورِ نماز کا انکار کر رہا ہوں جیسے صلوٰۃ سے بدل دیا گیا ہے۔

"روزہ" ـــــ قطعاً غیر قرآنی لفظ تھا اپنا بالکل جداگانہ تصور و مفہوم رکھتا تھا۔ ہم نے قرآن کے تصورِ 'صوم' سے بدل ڈالا اور یہی عمل قرآن کے دیگر الفاظ و احکامات کا ہوا ـــــ سوال یہ ہے کہ یہ سب ہوا کیسے؟ ـــــ بہت آسان بات ہے چونکہ قرآن ساری دنیا کے انسانوں بلکہ آنے

والی نسلوں تک کے لئے ہے اور دنیا کے تمام انسان تو عربی نہیں جانتے۔ سو جو کوئی بھی اسے سمجھنا چاہے گا وہ ترجموں اور تفسیروں کی ہی مدد سے سمجھے گا۔ لہٰذا ہم نے جن ترجموں کی مدد سے اسے سمجھا ان میں نہ قرآن کے اپنے الفاظ تھے اور نہ معنی ـــــ نتیجتاً پڑھتے ہم قرآن ہی تھے لیکن سمجھتے تھے مذاہب کی باتیں ـــــ پھر وہی باتیں ہمارا دین ایمان بن جاتی تھیں ـــــ اور ہم اُسی کو قرآن سمجھ کر سینوں میں بسائے، ہونٹوں پہ سجائے اور آنکھوں پہ بٹھائے رکھتے تھے ـــــ

یاد رکھئے! مذہب اور دین میں دن اور رات کا فرق ہوتا ہے۔ مذہب انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں اور دین اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے اور مکمل ضابطۂ حیات ہوتا ہے۔ ہر مذہب میں خدا کا تصور بھی الگ الگ ہوتا ہے، پوجا پاٹ کے طریقے بھی جُدا ہوتے ہیں اور یہ صرف اور صرف انسان اور خدا کے درمیان ذاتی معاملہ یا تعلق کا نام ہُوا کرتا ہے۔ اس کا تعلق دنیا کے دوسرے افراد، گروہ یا انسانوں سے نہیں ہوتا۔ اس میں جنت بھی صرف اپنوں ہی کو ملا کرتی ہے اور باقی ساری دنیا جہنم میں جایا کرتی ہے ـــــ لیکن دین ساری دنیا کے انسانوں کے لئے آتا ہے اور یہ دعوے لے کر آتا ہے کہ جو لوگ اور جو قومیں بھی اس کے قوانین پر چلیں گی ان کے لئے دنیا تو دنیا آخرت میں بھی سرفرازیاں اور شادابیاں ہونگی ـــــ اس کا نام اُسلام ہے۔ اور اسلام تو آیا ہی "مذاہب" کے مروّجہ طور طریقوں کو مٹانے کے لئے تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس نفسیاتی طریقے سے سازشیوں نے غیر قرآنی الفاظ سے قرآن و اسلام کی گاڑی کو پٹڑی سے اتار دیا تھا اسی نفسیاتی طریقے سے ہم پھر سے قرآنی الفاظ کو اپنا معمول بنالیں تو یہ گاڑی پھر سے اصل ٹریک پر واپس آجائے گی۔ البتہ اس میں جانِ ناتواں کو دُکھ بہت جھیلنے پڑیں گے۔ ـــــ وما توفیقی الا باللہ العلی العلیم

پرویز صاحب کا درسِ قرآن کریم

لاہور میں ـــــ محترم پرویز صاحب کا درسِ قرآن کریم، ہر جمعہ کی صبح بوقت نو بجے بمقام ۲۵/ بی گلبرگ ۲۔ لاہور، ہوتا ہے۔ خواتین کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالرحمان، واہ کینٹ

قابلِ تعریف تجویز

متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زید بن سلطان النہیان نے مسلمانوں کو درپیش مسائل کے حل کے لئے ایک اسلامی سیکورٹی کونسل اور ایک اسلامی عدالت قائم کرنے کی تجویز پیش کی انہوں نے کہا کہ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا آئین قرآن مجید ہو۔ اگر اس آئین کی سختی سے پابندی کی جائے تو پھر نہ صرف یہ کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خلاف جارحیت سے باز رکھا جاسکے گا۔ بلکہ یہ اپنے مذہب اور عقائد سے ان کی وابستگی اور اس پر کاربند رہنے کا ثبوت بھی ہوگا۔ شیخ زید نے کہا کہ مسلمانوں کی کمزوری اور ان کے وسائل پر غیروں کے کنٹرول کا بنیادی سبب مسلمانوں کا انتشار اور افتراق ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ملتِ اسلامیہ جب تک ٹکڑوں میں بٹی رہے گی اس وقت تک اس کا نہ کوئی وجود ہوگا اور نہ ہی کوئی مؤثر آواز ہوگی۔

ہم بھی قرآنی تحریک کے ذریعے ایسی سینکڑوں تجاویز پیش کر رہے ہیں جو چالیس سال تک محیط ہے۔ لیکن اس نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ شکر ہے کہ عرب ملک کے کسی سربراہ نے ہماری اس قرآنی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز پیش کی ہے۔ یاد رکھئے جس مملکت کے قیام کا تصور شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے دیا تھا اور جس کے لئے قائدِ اعظمؒ کی سعئ پیہم کے تصدق ایک خطۂ زمین حاصل ہوا اسے اپنی مقصدیت کے اعتبار سے اسلامی مملکت بننا تھا۔ وہ مقصدیت یہ تھی کہ اس خداداد مملکتِ پاکستان میں :

(۱)۔ حقِ حکومت کسی انسان یا انسان کے گروہ کو حاصل نہیں ہوگا۔ حکمرانی صرف کتاب اللہ کی ہوگی۔

(۲)۔ اس مملکت میں غلط اور صحیح، جائز اور ناجائز، اسلامی اور غیر اسلامی کی سند اور اتھارٹی

قرآن مجید ہوگا۔

۳۔ اس مملکت میں کسی کو نہ کسی کا خوف ہوگا نہ حزن۔ خوف ہوگا تو صرف قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کے مضرت رساں نتائج کا جن کا اطلاق ہر ایک پر یکساں ہوگا۔

۴۔ اس میں نہ کوئی فرد رات کو بھوکا سو سکے گا اور نہ کسی کی کوئی ضرورت رُکی رہے گی۔

۵۔ اس مملکت میں امیر اور غریب، محتاج اور غنی، حاکم و محکوم کی تمیز نہیں ہوگی۔ تمام انسان واجب التکریم ہوں گے اور تذلیل و توہینِ آدمیت سنگین جرم ہوگا

۶۔ اس مملکت میں (خطۂ زمین) نہ نظامِ سرمایہ داری (وڈیروں، سرداروں اور زمینداروں کا وجود) باقی رہے گا اور نہ ہی مذہبی پیشوائیت کا دبدبہ اور رُعب باقی رہے گا۔

۷۔ ملّتِ اسلامیہ کے باہمی مشورے سے نظامِ حکومت قائم ہوگا اور وہ نظام قرآن مجید میں متعین کردہ غیر متبدّل حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قواعد و ضوابط خود مرتّب کرے گا۔ انہی کو احکامِ شریعت کہا جائے گا۔

۸۔ اس مملکت میں ساری امّت، امّتِ واحدہ ہوگی جس میں کسی قسم کا تفرقہ نہیں ہوگا۔

یہ تھا وہ نظام جسے قائم کرنے کے لئے پاکستان کا خطۂ زمین حاصل کیا گیا تھا۔ اس کے مخالفین کی انتہائی کوشش تھی کہ اوّل تو یہ خطۂ زمین ہی حاصل نہ ہو اور اگر حاصل ہو بھی جائے تو اس میں یہ نظام قائم نہ ہو سکے (جسے الدّین کہا جاتا ہے)۔ قائدِ اعظمؒ نے تحریکِ پاکستان کے دوران کہا تھا کہ ہماری حفاظت ہماری نجات اور عزّت و آبرو کے تحفّظ کا واحد ذریعہ پاکستان ہے اگر ہم اِس جدّوجہد میں ناکام رہ گئے تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج ہمارے پاس ایک خطۂ زمین ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن مجید کو اپنا ضابطۂ حیات تسلیم کرلیں اور پھر دیکھئے یہ گلا نہیں رہے گا کہ ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ جہاں معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

بشکریہ!
(نوائے وقت لاہور ۱۷۔اپریل ۱۹۹۰ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناروے میں تقریبات

گولڈن جوبلی قراردادِ پاکستان اور یومِ پرویزؒ

بزمِ طلوعِ اسلام اوسلو (ناروے) کے زیرِ اہتمام مورخہ ۱۴ر جولائی شام ۶ بجے بمقام TROSEP SKOLE۔ ایک پُروقار تقریب زیرِ عنوان، گولڈن جوبلی قرار دادِ پاکستان اور یومِ پرویزؒ منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی تنظیموں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

آغاز نمائندہ بزم جناب ملک خادم حسین صاحب کے تعارف سے ہوا۔ ازاں بعد اوسلو میں پاکستان کے قومی کھیل۔ ہاکی کو متعارف کرانے والے نامور کھلاڑی اور خوش الحان جناب ملک جمیل صاحب نے تلاوتِ کلامِ پاک فرمائی۔ ان کے بعد جناب رانا محمد امجد صاحب نے پرویز صاحبؒ کا تعارف کرایا۔ جسے سامعین نے انتہائی جذب و انہماک کے ساتھ سُنا اور سراہا۔ بیگم عفّت ظہیر صاحبہ نے "منزل ہے کہاں تیری اے لالۂ صحرائی" کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا۔ نمائندۂ بزم کے ۱۱ سالہ فرزندِ ارجمند ملک ساجد حسین نے حج کے مقاصد پر اپنے انداز سے روشنی ڈالی۔ سرفراز خاں صاحب نے اپنے مخصوص اور پُرجوش انداز میں ایک منتخب نظم پیش کی جسے بغور سنا گیا۔ مدیحہ خان نے، جو ساتویں جماعت کی طالبہ ہیں، ملّی نغمہ "اے راہِ حق کے شہیدو!" پیش کیا، جس نے جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کی یاد تازہ کردی۔ آفتاب حسین شاہ صاحب نے اپنا مقالہ بعنوان "آزادئ ہند اور تحریکِ پاکستان" پڑھا۔ جو اپنے اندر ایک پوری تاریخ رکھتا تھا۔ سلسلۂ تقاریر کے آخر میں ایک بار پھر مدیحہ خان نے اپنی تقریر ایک گذارش پیش کی، جسے انتہائی تخیل افروز اور فکر انگیز قرار دیا گیا۔ آخر میں بزم کے رکن سلیم طاہر صاحب کے والدِ بزرگوار اور سابقہ رکن بزم کوئٹہ تشریف لائے۔ سلیم طاہر صاحب

تحریکِ طلوعِ اسلام میں سابقون الاوّلون سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی تقریر میں انہوں نے حاضرین کو اپنی عمرِ رفتہ کے دوران میں پیش آنے والے تجربات و مشاہدات سے روشناس کرایا۔ جن سے اراکین و متفقینِ تحریک کو علاّمہ پرویزؔ مرحوم کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو سمجھنے میں مدد ملی۔

بزم کی طرف سے مقامی سطح پر ہر سال یومِ پرویزؔ کے موقع پر کسی ایک سرگرم کارکن کو اس کی بہترین کارکردگی کی بناء پر

"PRIDE OF PERFORMANCE"

پیش کیا جاتا ہے۔ اس سال کا انعام سابقہ نمائندۂ بزم جناب منظور احمد کو پیش کیا گیا۔
اس طرح یہ شاندار اور پُروقار تقریب اختتام کو پہنچی۔

سیکرٹری جنرل۔ سردار حمید خاں

ماہنامہ طلوعِ اسلام کا سالانہ چندہ

اندرونِ ملکِ پاکستان ۶۰/.. روپے

غیر ممالک، بذریعہ ہوائی ڈاک

۱۔ ایران، عراق، مصر اور بنگلہ دیش ——— ۱۶۰ روپے
۲۔ عرب امارات، لبنان، یمن، کویت، سعودی عرب، سری لنکا، جزائر مالدیپ ۱۸۵/.. ″
۳۔ انڈیا، برما، لیبیا، کینیا، یوگنڈہ، جنوبی افریقہ وغیرہ ——— ۲۰۰/.. ″
۴۔ یورپ کے ممالک (برطانیہ، فرانس، ناروے وغیرہ) ——— ۲۰۰/.. ″
۵۔ ممالک جنوب مشرقی ایشیاء (فلپائن، سنگاپور، ملائشیاء، جاپان وغیرہ) ——— ۲۰۰/.. ″
۶۔ امریکہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، جزائر فجی وغیرہ ——— ۲۵۰/.. ″

مذکورہ بالا چندہ میں ڈاک خرچ شامل ہے، البتہ جو خریدار پرچہ بذریعہ رجسٹری منگوانا چاہیں۔ اُن کی طرف سے فیس رجسٹری (۶/. روپے فی پرچہ) علیحدہ ادا کرنا ہوگا۔

نوٹ: ماہنامہ طلوعِ اسلام کے لئے صرف ادارہ طلوعِ اسلام ۲۵ بی گلبرگ II لاہور کو لکھیئے!

قارئین سے نئے خریدار متعارف کرنے کی استدعا ہے۔ ناظم ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بہنوں کے نام!

اثر کرے نہ کرے سُن تو لے مری فریاد!

میری عزیز بہنو! سلامِ مسنون!

میں اس خطاب کا آغاز، اس روائتی آہ و فغاں اور وراثتی شکوہ و شکائت سے نہیں کرنا چاہتی کہ مردوں نے ہمارے حقوق کو غصب کر رکھا ہے۔ انہوں نے ہمیں اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ زندگی کے کسی گوشے میں بھی ہمیں اپنے ہمدوش چلنے نہیں دیتے۔ انہوں نے ہمیں اپنا دست نگر، فلہٰذا اپاہج اور مفلوج بنا چھوڑا ہے۔ میں یہ حکائتیں اور شکائتیں لے کر آپ کے سامنے نہیں آئی۔ میں تو آپ سے صرف اتنا پوچھنے کیلئے حاضر ہوئی ہوں کہ جو حقوق ہمیں حاصل ہیں ہم نے ان سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے اور انہیں کس حد تک استعمال کیا ہے؟ یہ دور آئینی حکومتوں کا ہے اور آئینی حکومتوں میں حقوق کا تحفظ قانون کی رُو سے ہوتا ہے۔ یہ قوانین، قانون ساز اسمبلیوں میں مدون ہوتے ہیں۔ یہ اسمبلیاں مشتمل ہوتی ہیں ان ارکان پر جنہیں قوم منتخب کرتی ہے۔ پاکستان میں پہلے ۱۹۵۶ئہ کا آئین نافذ ہوا اور اس کے بعد ۱۹۶۲ئہ اور ۱۹۷۳ئہ کا۔ ان میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان صرف مرد ہونگے عورتیں نہیں ہونگی۔ ان دساتیر کی رُو سے عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی ایسا ہی حاصل تھا جیسا مردوں کو اور اسمبلیوں کی نشستوں کے لئے عورتیں بھی اسی طرح انتخاب لڑ سکتی تھیں جس طرح مرد۔ ملک میں عورتوں کی آبادی کم و بیش نصف کے برابر ہے۔ اس لحاظ سے ان اسمبلیوں میں زیادہ نہیں تو آدھی نشستیں عورتیں حاصل کر سکتی تھیں۔ ملک میں ایسی خواتین کی کمی نہیں جو قابلیت اور صلاحیت کے اعتبار سے مردوں سے پیچھے ہوں۔ اس کے باوجود سوچئے کہ ملک میں کتنی عورتیں تھیں جنہوں نے اپنے اس حق کا استعمال کیا اور اسمبلیوں کی نشستوں کے لئے انتخاب لڑا۔ اس کے برعکس کتنے مرد امیدوار تھے جنہیں ہم نے اپنے ووٹوں سے کامیاب بنایا اور وہ مجالسِ قانون ساز کے ممبر بن گئے آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے (آپ کے ووٹوں کے صدقے ممبر بن کر) کیا کیا؟ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ جن عائلی قوانین کی رُو سے آپ کو کچھ تھوڑے بہت حقوق حاصل

ہوئے تھے انہیں منسوخ کرا دیا جائے۔ وہ تو یوں کہئے کہ ملکی سیاست کے بحران کی وجہ سے ان حضرات کو اپنی سی پڑ گئی اور انہیں ان امور کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہ مل سکی، ورنہ اس سے بہت پہلے عائلی قوانین کا جنازہ نکل چکا ہوتا۔ ناواقف لوگ سمجھتے ہونگے کہ معلوم ان قوانین کی رُو سے عورتوں کو کس قدر اختیارات دے دیئے گئے تھے جو مرد اس قدر خوفزدہ اور بدحواس ہو گئے اور انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ انہیں کسی نہ کسی طرح منسوخ کرا دیا جائے۔ سنئے کہ ان قوانین کی رُو سے طبقۂ نسواں کو کیا "خصوصی حقوق اور امتیازی اختیارات" دیئے گئے تھے؟ ان قوانین میں کہا گیا تھا کہ:۔

(۱) نکاح کے وقت طے شدہ شرائط، نکاح نامہ میں درج کی جائیں اور یہ نکاح نامہ، رجسٹرار نکاح کے دفتر میں رجسٹرڈ کرا لیا جائے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہو۔

(۲) نکاح بالغ لڑکے اور بالغ لڑکی کا کیا جائے۔

(۳) نکاح نامہ میں عورت اپنے اس حق کو محفوظ کرا لے کہ اگر خاوند ظلم اور تشدد پر اُتر آئے تو وہ طلاق حاصل کر کے اس سے گلو خلاصی کرا سکے گی۔

(۴) میاں بیوی میں کشیدگی ہو جائے تو ثالثی کونسل کوشش کرے کہ ان میں باہمی مصالحت کی صورت پیدا ہو جائے۔ اگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو تو پھر نکاح فسخ ہو جائے۔

(۵) میاں صاحب اگر دوسری بیوی لانا چاہیں تو اس کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی ضروری ہوگی۔

یہ تھے وہ "خصوصی حقوق" جو عائلی قوانین کی رُو سے عورتوں کو دیئے گئے تھے اور جن کے خلاف مردوں کی طرف سے قیامت برپا کر دی گئی تھی۔ اُس وقت تو یہ قوانین کسی نہ کسی طرح بچ نکلے تھے۔ لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ نئی اسمبلیوں میں سب سے پہلا وار انہی قوانین پر کیا جائے گا اور انہیں منسوخ کرا دیا جائے گا۔

میں اپنی ان بہنوں سے جنہیں فطرت نے دلِ بیدار اور چشمِ بینا عطا کی ہے، عرض کرنا چاہتی ہوں کہ وہ غور کریں کہ اس سے پوزیشن کیا سامنے آتی ہے؟ یہ کہ ہم خود اپنے ووٹوں سے، ان نشستوں کیلئے جو ہمارے قبضے میں آسکتی ہیں، ان مردوں کو منتخب کراتی ہیں جو ہمارے ہی گلے پر چھری چلاتے ہیں کیوں نہ ہم آئندہ الیکشن میں، موزوں خواتین صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کی نشستوں کیلئے خود انتخاب لڑیں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں وہاں پہنچیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور دلچسپ چیز بھی ہمارے سامنے آتی ہے۔ آئین کی رُو سے اسمبلی میں آٹھ دس نشستیں عورتوں کیلئے مخصوص کر دی جاتی ہیں۔ ان نشستوں کے متعلق عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ اس امتیاز

خصوصی سے عورتوں کی زبوں حالی پر رحم کیا گیا ہے جس کے لئے انہیں مردوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو اس رعایت کی حیثیت بھیک کے ٹکڑوں کی سی ہے جنہیں کسی محتاج گداگر کی جھولی میں ڈال دیا جائے ـــــ اور معلوم ہے کہ بھیک کے ان ٹکڑوں کی قیمت کیا وصول کی جاتی ہے؟ یہ کہ ان نشستوں کے لئے عورتوں کا انتخاب مرد اراکین کریں گے۔ میں اپنی بہنوں سے عرض کروں گی کہ اس قسم کی "رعائت" عورت کے لئے وجۂ ہزار تذلیل ہے۔ مردوں کی درحقیقت انتہائی کوشش یہ رہی ہے کہ آج بھی ہے کہ عورت کے دل میں یہ تأثر راسخ کر دیا جائے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں، مرد کی رہینِ منت ہے اور ایسی کمزور و نحیف ہے کہ مرد کے سہارے کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔

میں اپنی بہنوں سے گزارش کرونگی کہ وہ اس رعائتِ خصوصی کو بہ تشکّر واپس کر دیں اور تمام نشستوں کے لئے امیدوار ہو کر خود الیکشن لڑیں اور یوں اپنے حقوق کا تحفظ آپ کریں۔

کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو!
اپنی فطرت کے تجلّی زار میں آباد ہو!

مذہب پرست طبقہ عائلی قوانین کی شدّت سے مخالفت کر چکا ہے۔ اس لئے اسے اب عورتوں سے ووٹ طلبی کے سلسلہ میں کچھ جھجک سی محسوس ہو رہی ہے۔ وہ اس جھجک کو مٹانے کے لئے یہ حربہ اختیار کر رہا ہے کہ وہ عورتوں سے کہتا ہے کہ عائلی قوانین تو تہذیبِ مغرب کی نقالی تھی۔ ہم تمہیں وہ حقوق دلوائیں گے کہ جو مسلمان عورت کو خدا اور رسولؐ نے عطا کئے ہیں۔ اور وہ حقوق ان حقوق سے کہیں بلند اور بہترین ہیں جو تقلیدِ مغرب میں تمہیں دیئے گئے تھے۔ وہ اس قسم کے مقدّس الفاظ استعمال کریں گے لیکن کبھی واضح طور پر نہیں بتائیں گے کہ وہ حقوق ہیں کیا جنہیں وہ از روئے شریعت عورتوں کو دلائیں گے؟ اس سلسلہ میں میں گزارش کرونگی کہ آپ ان لوگوں سے حسبِ ذیل سوالات پوچھئے اور ان سے کہئے کہ وہ ان کا متعیّن طور پر جواب تحریر میں دیں۔

کیا آپ اسے جائز سمجھتے ہیں کہ ایک نابالغ لڑکی کی شادی ایک نابالغ لڑکی سے کر دی جائے اور وہ اس لڑکی سے جنسی اختلاط بھی کرے؟

کیا آپ مرد کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ جب جی چاہے، اپنی بیوی کو طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہہ کر الگ کر دے اور اس کے بعد اگر وہ اپنے کیئے پر نادم ہو اور بیوی کو دوبارہ نکاح میں لانا چاہے تو وہ اس کے نکاح میں نہ آسکے جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح کر کے، شب باشی کے بعد، اس سے

طلاق حاصل نہ کرلے (یعنی اس طرح طلاق دینے کی حماقت تو مرد کرے اور اس کی اس قدر شرمناک سزا عورت بھگتے کہ وہ ایک شب کسی غیر مرد کے آغوش میں بسر کرے (اسے حلالہ کہتے ہیں)

۳ کیا آپ عورت کو بھی اس کا حق دیتے ہیں کہ وہ جس مرد کے نکاح میں نہ رہنا چاہے عقدِ نکاح کو اسی طرح ختم کردے جس طرح مرد ختم کرسکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر کیا آپ عورت کو بھی اسی طرح حقِ طلاق دیتے ہیں جس طرح مرد کو حق حاصل ہے۔

۴ کیا آپ مرد کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ جب جی چاہے بیک وقت چار تک بیویوں سے شادی کرلے۔

آپ یہ سوالات ان حضرات سے پوچھئے اور ان کا متعین جواب تحریری طور پر لیجئے! آپ کو خود معلوم ہوجائے گا کہ وہ کون سے حقوق ہیں جو یہ حضرات آپ کو دیں گے! آپ ان کے اس قسم کے وعدوں میں نہ آجائیے کہ اسلام عورت کو بڑے وسیع حقوق دیتا ہے اور ہم آپ کو اسلامی حقوق دلوائیں گے ۔۔ یہ سب الیکشن کے حربے ہیں جو سادہ لوح بہنیں انہی کو حقیقت سمجھتی ہیں میں ان سے اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ :۔

اس فریب رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ! اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

لہٰذا، میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ :۔

۱ جو بہنیں صلاحیت، ہمت اور استطاعت رکھتی ہیں وہ صوبائی اور مرکزی پارلیمان کی نشستوں کیلئے الیکشن لڑیں۔ یاد رکھئے مذہب پرست طبقہ اس پر قطعاً اعتراض نہیں کرسکتا۔ جب وہ محترمہ فاطمہ جناح (مرحومہ) کے منصب صدارت کے لئے الیکشن لڑنے کو از رُوئے شریعت جائز سمجھتا تھا تو کسی عام نشست کیلئے عورت کا بطور امیدوار کھڑے ہونا کس طرح خلافِ شریعت قرار پاسکتا ہے۔

۲ مخصوص نشستوں کیلئے اپنے آپ کو بطور امیدوار پیش نہ کریں۔ یہ گداگری ہے اور وجۂ تذلیلِ نسائیت۔

۳ ووٹ دینا ہو تو صرف اس امیدوار کو ووٹ دیجئے جو یہ تحریر دے کہ میں عائلی قوانین کی تائید کرونگا اور انہیں برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

سرِدست کم از کم اتنا تو کیجئے۔ یاد رکھیئے! موجودہ معاشرہ میں، جو اپنے حقوق کا تحفظ آپ نہیں کرتا، اس کی حفاظت کوئی نہیں کرتا۔ وہ روندا جاتا ہے کچلا جاتا ہے۔ والسّلام!

نفیرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رابطۂ باہمی

ساہیوال کے گردو نواح میں مقیم قارئینِ طلوعِ اسلام سے التماس ہے کہ وہ بزم سازی کے لئے جناب محمد صدیق صاحب کمیانہ (ایڈووکیٹ) سے پتہ ذیل پہ رابطہ قائم کریں
(چیمبر ۳ ضلع کچہری ساہیوال ۔ ۹۲۲/بی فرید ٹاؤن ساہیوال ۔ فون نمبر ۲۸۴۶)

تادمِ تحریر بزم کویت سے، دوستوں سے نہ رابطہ قائم ہو سکا ہے، نہ ہی ان کی طرف سے کوئی مصدّقہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔

---

۳ محترم بشیر احمد عابد صاحب نمائندہ بزم سعودی عرب کی کویت منتقلی کے بعد نمائندۂ بزم کی ذمہ داریاں جناب آصف جلیل صاحب نے سنبھال لی ہیں۔

---

۴ جناب منظور احمد خاں سابق نمائندۂ بزم کو ناروے بزم نے PRIDE OF PERFORMANCE کے ایوارڈ سے نوازا ہے، جو ایک قابلِ تقلید مثال ہے ۔ ادارہ اِس اعزاز پر منظور احمد خاں صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

---

۵ بزم ہائے طلوعِ اسلام کی جانب سے ماہانہ رپورٹوں کی عدم وصولی کی وجہ سے خبرنامہ شائع نہیں ہو سکا۔

---

۶ ادارہ کے مرکزی دفتر کے مصارف، پمفلٹس سکیم میں مالی معاونت اور مجلّہ طلوعِ اسلام گھر گھر پہنچانے کے لئے بزم ہائے طلوعِ اسلام کے بھرپور تعاون کا انتظار ہے۔

---

۷ سالانہ کنونشن حسبِ سابق فروری (۱۹۹۱ء) میں ہوگی۔ احباب سے قابلِ عمل تجاویز اور معاونت

کے لئے بارِ دگر اپیل ہے۔

۸ بزمِ کویت اور بزمِ سعودی عرب نے باہمی اشتراک سے ادارہ کے لئے ایک "سوزوکی ویَن" فراہم کرکے ادارہ کی کارکردگی بہتر بنانے میں فعال کردار ادا کیا ہے۔ ادارہ، بزمِ کویت اور سعودی عرب کی اس فراخدلانہ پیشکش کے لئے اِن احباب کا تہہ دِل سے ممنون ہے۔

ملّاح کی اصلاح

ارے! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کشتی میں چھید کیوں کرتے ہو؟
کشتی میں چھید کیوں کرتا ہوں؟ — پچاس دفعہ ملّاح سے کہہ چکا ہوں کہ تم نے بادبان غلط باندھا ہے۔ کشتی سمتِ ساحل نہیں جارہی۔ اس کا رُخ سیدھا کرو — لیکن یہ سُنتا ہی نہیں۔ اب جو کشتی بیکار ہوگی تو پتہ چلے گا!
— ارے پاگل! کشتی میں چھید کروگے تو کشتی کے ساتھ خود بھی ڈوبوگے۔
— ملّاح کو تنبیہ کا یہ کونسا انداز ہے۔
— اگر تم میں سے کوئی ناخدائی جانتا ہے تو ملّاح کے ہاتھ سے چپّو چھین لو اور کشتی کا رُخ سیدھا کردو۔
— لیکن کشتی کو سلامت رکھو کہ اس کی سلامتی میں خود تمہاری سلامتی ہے!

پاکستان کے موجودہ ارکانِ حکومت و اقتدار کی اصلاح کی فکر کرنے والوں کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو خود مملکتِ پاکستان کی کمزوری کا باعث بَن جائے کہ اس کشتی کے (خدانکردہ) ڈوبنے سے ہم سب غرقِ قعرِ مذلّت ہو جائیں گے — ملّاح غلط کار ہے تو اس کے ہاتھ سے چپّو لے کر بہترین ہاتھوں میں دے دیجئے۔ لیکن کشتی میں چھید کرنے نہ بیٹھ جائیے کہ دشمن ہر وقت گھات میں ہے!!

قرآنی تعلیم بچوں کے لیئے

قاسم نوری

مُسلم ــــ!

السّلام علیکم بچو! یہ بات تو آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ، رسولؐ اور قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والے کو "مسلمان" کہتے ہیں لیکن بہت کم بچوں کو معلوم ہو گا کہ لفظ "مسلمان" تو سارے قرآن میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ جس طرح لفظ خدا، نماز، روزہ، درود اور اسی طرح کے بے شمار لفظ غیر قرآنی ہیں۔ بالکل اسی طرح "مسلمان" بھی غیر قرآنی لفظ ہے۔ اور یہ بات بھی آپ جانتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اس بات پر زور دیتے آئے ہیں کہ ہمیں وہی لفظ استعمال کرنے چاہئیں جو اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں خود استعمال کئے ہیں۔ کیونکہ لفظ بدل جانے سے کبھی کبھی بات کا مفہوم ہی بدل کر رہ جاتا ہے ــــ بچو! یہ جو آج ساری دنیا میں "مسلمانوں" کے درمیان مذہبی جھگڑے، فساد اور اختلافات ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہماری نظر سے قرآنِ مکرّم کے اصل الفاظ اوجھل ہو گئے یا "کر دیئے گئے" ہیں اور ان کی جگہ ہم جو الفاظ استعمال کرتے ہیں ان کا مفہوم بالکل مختلف اور جُدا ہے۔

پیارے بچو! وہ لوگ جو آخری پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعوتِ قرآنی پر ایمان لائے اور اس کی

سچائی یعنی صداقتوں کو دل سے تسلیم کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو "مسلم" کہہ کر پکارا ہے۔ لہٰذا 'مسلم' کے معنی ہوتے ہیں "تسلیم کرنے والا"۔ لیکن قرآن نے اس لفظ کا مفہوم خود بھی واضح کیا ہے اور بہت سے مقامات پر کیا ہے ___ جیسے حوالہ نمبر $\frac{27}{31}$ اور $\frac{38}{42}$ میں 'مسلم' کے لفظی معنی ہیں <u>محکوم</u> - <u>اطاعت گزار</u>۔ اسی طرح $\frac{30}{52-53}$ اور $\frac{27}{80-82}$ کے حوالوں میں فرمایا "عقل و فکر سے کام لینے والا ہی مسلم ہوسکتا ہے"۔

" جب کوئی شخص اللہ کی اطاعت اختیار کرے تو وہ قرآنی مفہوم میں مُسلم ہو جائے گا" ___ ($\frac{27}{44}$)

" اپنے تمام فیصلے نظامِ الٰہی سے کرانے اور ان سے سرتابی نہ برتنا ہی اسلام ہے (اور اس پر عمل کرنے والا ہی 'مسلم' ہوتا ہے)" ___ ($\frac{24}{47}$)

" اسلام ملّتِ ابراہیمی ہے۔ اسے ماننے والوں کا نام اللہ نے مسلم رکھا ہے۔ پہلے کی امتوں میں بھی اور اب بھی" ___ ($\frac{22}{78}$)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ میں سب سے پہلا مسلم ہوں" ($\frac{6}{14}$) ($\frac{6}{164}$) ($\frac{27}{91}$) ($\frac{39}{12}$) ($\frac{40}{66}$)

" اللہ نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے" ___ ($\frac{22}{78}$)

محترم بچّو! جب اللہ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے تو ہم اسے کیوں بگاڑیں۔ مسلمان کتنا اچھا لفظ کیوں نہ ہو لیکن اللہ کے رکھے ہوئے نام سے اچھا تو نہیں ہوسکتا نا؟ لہٰذا ہمیں خود کو مسلم ہی کہنا چاہیئے اور بچّو یہ بات کس قدر عجیب ہے کہ اس دنیا میں

جتنے بھی پیغمبر آئے اُن کی دعوت پر ایمان لانے والے بھی مسلم ہی کہلاتے تھے ($\frac{22}{78}$) اور بھئی یہ اس لئے تھا کہ ازل سے رسولِ اکرمؐ تک ہر نبی کی ایک ہی تعلیم تھی کہ اطاعت صرف اللہ کے قوانین کی ہے۔ اس کے سوا کوئی صاحب اقتدار اور حاکم نہیں ہوسکتا ($\frac{7}{69}$ - $\frac{7}{65}$ ، $\frac{7}{73}$ - $\frac{7}{85}$)

قاسم نوری

پھر بچوں نے کہا کہ:

باباجان! ہم آپ کی شفقت سے محروم کیوں رہیں؟ آپ تو کہا کرتے ہیں کہ قوم کی عمارت کی بنیاد بچے ہیں جس قسم کی اُن کی تعلیم و تربیت ہوگی، اسی قسم کی قوم وجود میں آئے گی

بچوں کا تقاضا بجا اور اُن کی بات سولہ آنے سچی تھی ——— اس کیلئے مُفکرِ قرآن نے

اسلامی معاشرت

.....لکھی!

اس کتاب میں

روزمرّہ زندگی کے متعلق قرآنی احکام و ہدایات

نہائت آسان زبان اور بڑے دلکش انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ بچوں کے علاوہ کم تعلیم یافتہ حضرات کے لئے بھی اس کا مطالعہ نہائت مفید ثابت ہُوا ہے۔

ذرا سوچیئے!

کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کہیئے کہ اس کا جُوتا ٹوٹ گیا ہے، چار ٹانکے لگا لے۔ وہ فوراً کہہ دے گا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ جُوتا موچی کے پاس لے جائیے۔

کسی قابل سے قابل آدمی سے کہیئے کہ پیٹ میں درد ہو رہا ہے، وہ کہے گا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ ڈاکٹر سے مشورہ کرو۔

کسی لائق سے لائق انسان سے پوچھیئے کہ تقسیمِ جائیداد کا جھگڑا ہے، میں کیا کروں۔ وہ کہہ دے گا کہ کسی قانون دان وکیل کے پاس جاؤ۔

غرضیکہ دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں جس کے متعلق کوئی یہ نہ کہدے کہ میں اس کا اہل نہیں۔ لیکن حکومت کی کرسی کسی شخص کو پیش کر دیجئے کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں اس کا اہل نہیں۔ اس کے لئے کسی ایسے شخص کی تلاش کیجیئے جو اس کی قابلیت رکھتا ہو۔

یعنی دنیا میں جُوتا گانٹھنے تک کے لئے کسی قابلیت کی ضرورت ہے، لیکن حکومت کے لئے نہ کسی اہلیت کی ضرورت ہے نہ قابلیت کی، نہ استعداد کی شرط ہے نہ موزونیت کی۔ یہ وہ کرسی ہے جس پر بیٹھنے کے لئے ہر شخص تیار ہے۔ اور تیار ہی نہیں بلکہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد سمجھتا یہ ہے کہ اس سے زیادہ اس کے لئے کوئی اور موزوں ہی نہیں۔

حالانکہ دنیا میں سب سے زیادہ مشکل کام حکومت ہے۔ کسی انسان کا، دوسرے انسانوں کے معاملات میں حکم ہونا اور اس کے اختیار و ارادہ پر پابندیاں عائد کرنا۔ یہ تو چھوٹے درجے کی خدائی ہے۔ لیکن موچی بننے کے لئے تو کسی استعداد کی شرط ہے۔ اس "خدائی" کے فرائض سرانجام دینے کے لئے کوئی شرط نہیں۔

طلوعِ اسلام اور اقبالؒ

۱۹۳۸ء سے ۱۹۸۸ء تک طلوعِ اسلام میں شائع ہونے والے
اقبالیاتی ادب کا اشاریہ

مرتبہ
خادم علی جاوید

I۔ بمطابق مضمون نگار

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ا۔ ج	ارمغانِ حجاز	۹:۲ (جنوری ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۸۳۔ ۸۴
ادارہ طلوعِ اسلام	آزاد پاکستان میں یومِ اقبالؒ	۵:۱ (مئی ۱۹۴۸ء)، ص۔ ۹۲۔ ۱۰۴
ادارہ طلوعِ اسلام	اب اقبال یہ رہ گیا ہے۔	۵:۳۷ (مئی ۱۹۸۴ء)، ص۔ ۲۷۔ ۳۱
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اکادمی	۵:۱ (مئی ۱۹۴۸ء)، ص۔ ۶۳۔ ۶۴
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اکادمی کی اپیل (لمعات)	۱:۸ (فروری ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۴
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اور شکسپیر (حقائق و عبر)	۷:۶ (جولائی ۱۹۵۳ء)، ص۔ ۶۳۔ ۶۴
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اور عربی ممالک (لمعات)	۱:۳۴ (جنوری ۱۹۸۱ء)، ص۔ ۲۔ ۴
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اور مولوی صاحبان۔ (حقائق و عبر)	۶:۳۴ (جون ۱۹۸۱ء)، ص۔ ۵۱۔ ۵۲
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال اور کمیونزم۔	۴:۳۳ (اپریل ۱۹۸۰ء)، ص۔ ۴۲۔ ۵۹
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال، شخصیت اور پیغام	۶:۵ (جون ۱۹۴۲ء)، ص۔ ۴۱۔ ۴۸

مضمون نگار	مضمون	حوالہ	
ادارہ طلوعِ اسلام	اقبال کا پاکستان	۲:۶	(فروری ۱۹۵۳ء)، ص۔ ۴۰ - ۵۲
〃	اقبال کا پاکستان	۱۲:۸	(۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۱۰ - ۱۳
〃	اقبال کا پاکستان	۴:۱۵	(اپریل ۱۹۶۲ء)، ص۔ ۱۵ - ۲۴
〃	اقبال کا پاکستان	۳:۳۷	(مارچ ۱۹۸۴ء)، ص۔ ۲۳ - ۴۳
〃	اقبال کا پیغام	۵:۳	(مئی ۱۹۴۰ء)، ص۔ ۵۳ - ۵۴
〃	اقبال کا جشنِ صد سالہ (لمعات)	۳:۲۸	(مارچ ۱۹۷۵ء)، ص۔ ۵ - ۷
〃	اقبال کے تصورات	۴:۱۰	(اپریل ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۵۱ - ۶۰
〃	اقبال کے تصورات زندگی کے اہم مسائل سے متعلق۔	۵:۳۹	(مئی ۱۹۸۶ء)، ص۔ ۱۷ - ۲۵
〃	اقبال کے خلاف زیادتی (حقائق و عبر)	۲:۳۱	(فروری ۱۹۷۸ء)، ص۔ ۵۷
〃	اقبال کے رازدان (حقائق و عبر)	۶:۱۲	(جون ۱۹۵۹ء)، ص۔ ۷۴ - ۷۷
〃	اقبالیات (حقائق و عبر)	۶:۲۶	(جون ۱۹۷۳ء)، ص۔ ۲۲ - ۲۳
〃	اقبالیات پر ایک کارنامہ	۵:۱۸	(مئی ۱۹۶۵ء)، ص۔ ۴۳ - ۴۹
〃	۲۱۔ اپریل	۵:۱	(مئی ۱۹۴۸ء)، ص۔ ۶ - ۸
〃	۲۱۔ اپریل	۳:۳	(مارچ ۱۹۵۰ء)، ص۔ ۷۰ - ۷۱
〃	۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء	۵/۴:۵	(اپریل مئی ۱۹۴۱ء)، ص۔ ۹ - ۲۴
〃	۲۱۔ اپریل کی یاد میں	۴:۱۷	(اپریل ۱۹۴۸ء)، ص۔ ۱
〃	۲۱۔ اپریل کی یاد میں (لمعات)	۵:۱۷	(مئی ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۲ - ۱۲
〃	۲۱۔ اپریل کی یاد میں (لمعات)	۴:۲۲	(اپریل ۱۹۶۹ء)، ص۔ ۲ - ۸
〃	الہ آباد	۵/۴:۵	(اپریل مئی ۱۹۴۲ء)، ص۔ ۸۳ - ۹۶
〃	بانیانِ پاکستان کے ادارے۔ (باب المراسلات)	۱۱:۲۳	(نومبر ۱۹۷۰ء)، ص۔ ۶۸ - ۷۷

مضمون نگار	مضمون	حوالہ	
ادارہ طلوع اسلام	بتقریب یوم پیدائش اقبال (لمعات)	۱۱:۳۷	(نومبر ۱۹۸۴ء)، ص. ۲ - ۹
"	بیادِ اقبال (لمعات)	۴:۳۵	(اپریل ۱۹۸۲ء)، ص. ۲ - ۴
"	پس چہ باید کرد (لمعات)	۲:۲۲	(فروری ۱۹۶۹ء)، ص. ۲ -
"	پیام اقبال	۷:۲۰	(جولائی ۱۹۶۷ء)، ص. ۲ -
"	پیام اقبال (لمعات)	۱۲:۳۶	(دسمبر ۱۹۸۳ء)، ص. ۲ - ۳
"	پیغام اقبال	۴:۱۵	(اپریل ۱۹۶۲ء)، ص. ۲
"	پیغام اقبال (لمعات)	۴:۲۳	(اپریل ۱۹۷۰ء)، ص. ۲ - ۸
"	خطبات اقبال (باب المراسلات)	۱۲:۱۰	(دسمبر ۱۹۵۷ء)، ص. ۷۶
"	درِ منثور: ان موتیوں میں سے چند جو اقبال کے مکتوبات و دیگر تحریرات نثر میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔	۴:۳	(اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۷۴ - ۸۰
"	درِ منثور: " "	۴:۱۰	(اپریل ۱۹۵۷ء)، ص. ۶۱ - ۶۵
"	درِ منثور: " "	۴:۱۵	(اپریل ۱۹۶۲ء)، ص. ۲۵ - ۳۱
"	درِ منثور: " "	۴:۲۴	(اپریل ۱۹۷۱ء)، ص. ۲۸ - ۳۱
"	درِ منثور: " "	۵:۲۴	(مئی ۱۹۷۱ء)، ص. ۲۲ - ۲۴
"	درِ منثور: " "	۷:۳۲	(جولائی ۱۹۷۹ء)، ص. ۵۱ - ۵۶
"	درِ منثور: " "	۳:۳۸	(مارچ ۱۹۸۵ء)، ص. ۶۱ - ۶۳
"	روٹی کا مسئلہ اقبال کی نظر میں	۱۲:۸	(۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۱۴ - ۱۷
"	"	۴:۱۰	(اپریل ۱۹۵۷ء)، ص. ۴۱ - ۴۹.
"	"	۴:۱۶	(اپریل ۱۹۶۳ء)، ص. ۸ - ۱۴
"	"	۵:۳۲	(مئی ۱۹۷۹ء)، ص. ۴۹ - ۵۶
"	سرسید، اقبال اور قائدِ اعظم	۴:۲۲	(اپریل ۱۹۶۹ء)، ص. ۲۵ - ۴۴
"	سرسید، اقبال اور قائدِ اعظم مملکت پاکستان کے اقنوم ثلاثہ۔	۵:۳۶	(مئی ۱۹۸۳ء)، ص. ۳۳ - ۵۶

مضمون نگار	مضمون		حوالہ
ادارہ طلوعِ اسلام	علامہ اقبال اور اجتہاد	۶:۳۶	(جون ۱۹۸۳ء)، ص. ۹۔ ۳۶
〃	علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ، (حقائق وعبر)	۹:۳۷	(ستمبر ۱۹۸۴ء)، ص. ۳۷۔ ۳۸
〃	علامہ اقبال اور زمینداری نظام۔ (حقائق وعبر)	۸:۳۸	(اگست ۱۹۸۵ء)، ص. ۲۲۔ ۲۴
〃	علامہ اقبال اور علماء (حقائق وعبر)	۶:۴۱	(جون ۱۹۸۸ء)، ص. ۵۲۔ ۵۳
〃	علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی	۷:۲۸	(جولائی ۱۹۷۵ء)، ص. ۳۵۔ ۶۳
〃	علامہ اقبال کا ایک مکتوب علامہ اسلم جیراجپوری کے نام۔	۴:۳	(اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۸۱۔ ۸۴
〃	فکرِ اقبال کی نشر و اشاعت	۱:۱۵	(جنوری ۱۹۶۲ء)، ص. ۵۳۔ ۵۷
〃	قائداعظم اور اقبال کے تعلقات (لمعات)	۱:۳۳	(جنوری ۱۹۸۰ء)، ص. ۲۔ ۸
〃	کشمیر، اقبال کی نظر میں	۴:۳	(اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۶۹۔ ۷۳
〃	〃	۱۰:۱۸	(اکتوبر ۱۹۶۵ء)، ص. ۲۶۔ ۳۹
〃	کیا اقبال اشتراکی تھا؟	۷:۲۲	(جولائی ۱۹۶۹ء)، ص. ۱۷۔ ۳۰
〃	〃	۴:۲۳	(اپریل ۱۹۷۰ء)، ص. ۱۷۔ ۳۰
〃	مجالس حکیم الامت (حقائق وعبر)۔	۴:۳۲	(اپریل ۱۹۷۰ء)، ص. ۷۴۔ ۷۵
〃	مجلسِ اقبال	۱:۸	(۵۔ فروری ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
〃	〃	۴:۸	(۲۶۔ فروری ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
〃	〃	۵:۸	(۵۔ مارچ ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
〃	〃	۶:۸	(۱۲۔ مارچ ۱۹۵۵ء)، ص. ۹، بقیہ ۱۸ پر
〃	〃	۷:۸	(۱۹۔ مارچ ۱۹۵۵ء)، ص. ۹، بقیہ ۱۸ پر
〃	〃	۸:۸	(۲۶۔ مارچ ۱۹۵۵ء)، ص. ۹

مضمون نگار	مضمون	حوالہ	
ادارہ طلوع اسلام	مجلس اقبال	۹ : ۸	(۲؍اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۱۰ : ۸	(۹؍اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۱۱ : ۸	(۱۶؍اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۱۵ : ۸	(۱۴؍مئی ۱۹۵۵ء)، ص. ۱۰
″	″	۱۸ : ۸	(۴؍جون ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۲۴ : ۸	(۱۶؍جون ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۱۱ : ۹	(دسمبر ۱۹۵۶ء)، ص. ۵۲ ـ ۵۶
″	″	۷ : ۱۱	(جولائی ۱۹۵۸ء)، ص. ۶۵ ـ ۷۱
″	″	۸ : ۱۱	(اگست ۱۹۵۸ء)، ص. ۲۵ ـ ۳۴
″	″	۴ : ۱۲	(اپریل ۱۹۵۹ء)، ص. ۲۵ ـ ۳۳
″	″	۸ : ۱۲	(اگست ۱۹۵۹ء)، ص. ۱۷ ـ ۲۷
″	″	۳۵ : ۸	(یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۴۲ : ۸	(۱۹؍نومبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	″	۱ : ۱۰	(جنوری ۱۹۵۷ء)، ص. ۱۱ ـ ۱۶
″	″	۲ : ۱۰	(فروری ۱۹۵۷ء)، ص. ۲۵ ـ ۳۴
″	″	۳ : ۱۰	(مارچ ۱۹۵۷ء)، ص. ۴۹ ـ ۵۷
″	″	۵ : ۱۰	(مئی ۱۹۵۷ء)، ص. ۳۳ ـ ۴۰
″	″	۶ : ۱۰	(جون ۱۹۸۷ء)، ص. ۴۱ ـ ۴۸
″	مجلس اقبال، خودی کی آزادی	۳ : ۸	(۱۹؍فروری ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
″	مجلس اقبال، خلاصہ مطالب مثنوی	۱۰ : ۱۲	(اکتوبر ۱۹۵۹ء)، ص. ۵۷ ـ ۶۹
″	مجلس اقبال: خلاصہ مطالب مثنوی در تفسیر سورہ اخلاص	۱۲ : ۱۲	(دسمبر ۱۹۵۹ء)، ص. ۲۵ ـ ۳۷
″	مجلس اقبال، دیباچہ مثنوی اسرار خودی	۲ : ۸	(۱۲؍فروری ۱۹۵۵ء)، ص. ۹، بقیہ ۱۸ پر

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ادارہ طلوعِ اسلام	مجلس اقبال: شہرِ مرغدین	۸: ۲۸ (۱۳ اگست ۱۹۵۵ء)، ص. ۱۰۔ ۱۱
"	" ، مثنوی اسرارِ خودی	۸: ۱۴ (۷۔ مئی ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۱۶ (۲۱ مئی ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۱۷ (۲۸ مئی ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۱۹ (۱۱۔ جون ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۰ (۱۸ جون ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۱ (۲۵ جون ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۳ (۹۔ جولائی ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۵ (۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء)، ص. ۸
"	" : "	۸: ۲۶ (۳۰۔ جولائی ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۷ (۶۔ اگست ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۲۹ (۲۰۔ اگست ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	" : "	۸: ۳۰ (۲۷ اگست ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی (باب اوّل)	۸: ۳۰ (۲۷ اگست ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی۔ (باب اول حصہ دوم)	۸: ۳۱ (۳۔ ستمبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی۔ (باب اوّل حصہ دوم)	۸: ۳۲ (۱۰۔ ستمبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرار خودی (باب دوم)	۸: ۳۳ (۱۷۔ ستمبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرار خودی، (باب دوم حصہ دوم)	۸: ۳۴ (۲۴۔ ستمبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹
"	مجلس اقبال، مثنوی اسرار خودی، (باب سوم)	۸: ۳۷ (۱۵۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء)، ص. ۹

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ادارہ طلوعِ اسلام	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، (باب سوم حصہ دوم)	۸: ۴۰ (۵ نومبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۸
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، (باب سوم حصہ سوم)	۸: ۳۸ (۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۹
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، (باب سوم حصہ چہارم)	۸: ۴۱ (۱۲ نومبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۱
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی (باب چہارم)	۸: ۴۳ (۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۹
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، (باب چہارم حصہ دوم)	۸: ۴۴ (۳ دسمبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۹
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، باب پنجم	۸: ۴۵ (۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۹
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، باب ششم	۸: ۴۶ (۱۷ دسمبر ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۹
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، (باب ششم حصہ دوم)	۹: ۱ (فروری ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۴۹۔ ۵۳
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، باب ہشتم	۹: ۳ (اپریل ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۲۴۔ ۳۳
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی (باب ہشتم حصہ دوم)	۹: ۴ (مئی ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۳۵۔ ۴۴
〃	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، باب ہفتم	۹: ۲ (مارچ ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۴۳۔ ۴۹
〃	〃 〃 باب نہم	۹: ۵ (جون ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۲۴۔ ۳۶
〃	〃 〃 〃	۹: ۶ (جولائی ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۳۰۔ ۴۰
〃	〃 〃 〃	۹: ۷ (اگست ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۴۹۔ ۵۴
〃	〃 〃 〃	۹: ۸ (ستمبر ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۲۰۔ ۳۲
〃	〃 〃 باب دہم	۹: ۹ (اکتوبر ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۳۷۔ ۴۲
〃	〃 〃 باب یازدہم	۹: ۱۰ (نومبر ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۳۱۔ ۳۸

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ادارہ طلوعِ اسلام	مجلس اقبال، مثنوی اسرارِ خودی، باب یازدہم	۹: ۱۱ (دسمبر ۱۹۵۶ء)، ص۔ ۵۷۔ ۶۵
〃	〃 〃 باب دوازدہم	۱۰: ۷ (جولائی ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۱۷۔ ۲۷
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق۔	۱۵: ۱۱ (نومبر ۱۹۶۲ء)، ص۔ ۳۵۔ ۴۱
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق۔	۱۷: ۳ (مارچ ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۳۲۔ ۳۷
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد (۲)	۱۵: ۱۲ (دسمبر ۱۹۶۲ء)، ص۔ ۶۸۔ ۷۶
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۳)	۱۶: ۱ (جنوری ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۴۶۔ ۵۱
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۴)	۱۶: ۲ (فروری ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۴۲۔ ۴۸
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۵)	۱۶: ۳ (مارچ ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۸۸۔ ۳۶
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۶)	۱۶: ۶ (اپریل ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۲۱۔ ۳۰
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۷)	۱۶: ۹ (ستمبر ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۴۱۔ ۵۰
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (۸)	۱۶: ۱۱ (نومبر ۱۹۶۳ء)، ص۔ ۱۱۔ ۱۶
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط دوم)	۱۷: ۴ (اپریل ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۵۱۔ ۶۱
〃	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط سوم)	۱۷: ۵ (مئی ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۶۵۔ ۷۳

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ادارہ طلوعِ اسلام	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط چہارم)	۷:۱۷ (جولائی ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۶۵۔ ۶۳
//	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط پنجم)	۸:۱۷/ ۹ (اگست ستمبر ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۱۱۰۔ ۱۲۰
//	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط ششم)	۱۱:۱۷ (نومبر ۱۹۶۴ء)، ص۔ ۶۵۔ ۷۴
//	مجلس اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق (قسط ہفتم)	۸:۱۰ (اگست ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۲۵۔ ۳۵
//	مجلس اقبال، مثنوی رموزِ بے خودی	۹:۱۰ (ستمبر ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۳۳۔ ۴۱
//	// //	۱۰:۱۰ (اکتوبر ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۳۶۔ ۴۸، بقیہ ۶۷
//	// //	۱۱:۱۰ (نومبر ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۶۷۔ ۷۸
//	// //	۱۲:۱۰ (دسمبر ۱۹۵۷ء)، ص۔ ۳۴۔ ۴۶
//	// //	۱:۱۱ (جنوری ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۲۵۔ ۳۶
//	// //	۳:۱۱ (مارچ ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۲۳۔ ۳۳
//	// //	۶:۱۱ (جون ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۴۶۔ ۵۲
//	// //	۹:۱۱ (ستمبر ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۱۷۔ ۲۴
//	// //	۱:۱۲ (جنوری ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۹۔ ۱۷
//	// //	۳:۱۲ (مارچ ۱۹۵۹ء)، ص۔ ۱۷۔ ۲۵
//	// //	۱:۱۱ (اکتوبر ۱۹۵۸ء)، ص۔ ۹۔ ۲۲
	(حقائق و عبر)	
//	مجلس قلندرانِ اقبال۔	۴:۳۸ (اپریل ۱۹۸۵ء)، ص۔ ۵۷۔ ۶۴
//	مجلس قلندرانِ اقبال، بہ یادِ عزام۔	۲:۱۲ (فروری ۱۹۵۹ء)، ص۔ ۱۰۔ ۱۶
//	مداحینِ اقبال (حقائق و عبر)	۶:۲۰ (جون ۱۹۶۷ء)، ص۔ ۶۳۔ ۶۴

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ادارہ طلوع اسلام	مشاعرہ بیادِ اقبال	۴:۱ (اگست ۱۹۳۸ء)، ص. ۳۳۔ ۳۴
〃	ملک خداداد کا تصورِ اقبال کے نزدیک	۱۲:۸ (۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۹، بقیہ ۸ پر
〃	مودودی صاحب اور علامہ اقبال۔	۴:۲۹ (اپریل ۱۹۷۶ء)، ص. ۴۳۔ ۴۸
〃	نذرِ اقبال (لمعات)	۹:۳۴ (ستمبر ۱۹۸۱ء)، ص. ۲۔ ۹
〃	〃 (〃)	۱۱:۳۴ (نومبر ۱۹۸۱ء)، ص ۲۔ ۱۳
〃	نظامِ پاکستان سے متعلق علامہ اقبال کا ایک خط قائداعظم کے نام۔	۱۲:۳ (دسمبر ۱۹۵۰ء)، ص. ۱
〃	نظامِ پاکستان سے متعلق علامہ اقبال کا ایک خط قائداعظم کے نام۔	۱۲:۸ (۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۷
〃	نظامِ پاکستان سے متعلق علامہ اقبال کا خط قائداعظم مرحوم کے نام۔	۱۱:۱۲ (نومبر ۱۹۵۹ء)، ص. ۱۳
اسد ملتانی	پیغامِ اقبال (نظم)	۵:۴ (مئی ۱۹۵۱ء)، ص. ۶۸۔ ۶۹
〃	پیغامِ اقبال اور ہم	۵:۵ (مئی ۱۹۵۲ء)، ص. ۲۶
〃	جناح و اقبال (نظم)	۱۱:۱ (نومبر ۱۹۴۸ء)، ص. ۲
〃	شعرِ اقبال (نظم)	۵:۴ (مئی ۱۹۴۱ء)، ص. ۳
〃	عصرِ اقبال (نظم)	۴:۶ (اپریل ۱۹۵۳ء)، ص. ۱۲
〃	نسیمِ اقبال	۳:۱ (جولائی ۱۹۳۸ء)، ص. ۳۔
〃	فیضانِ اقبال	۵:۴ (مئی ۱۹۴۱ء)، ص. ۷۳۔ ۸۱
〃	کارنامہ اقبال	۵:۲ (مئی ۱۹۴۹ء)، ص. ۵۶
〃	کلامِ اقبال کا انگریزی ترجمہ (نظم)	۵:۳ (مئی ۱۹۵۰ء)، ص. ۲۰۔
〃	مرثیہ اقبال	۲:۱ (جون ۱۹۳۸ء)، ص. ۲۱۔ ۲۶
〃	مقصودِ اقبال	۱:۲ (مئی ۱۹۳۹ء)، ص. ۴۸۔ ۴۹
〃	یادِ اقبال (نظم)	۳:۳ (مارچ ۱۹۴۰ء)، ص. ۲۷

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
اسد ملتانی	یوم اقبال (نظم)	۴:۳ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص۔ ۷
"	"	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص۔ ۷۴۔
اسلم جیراجپوری	پیام مشرق۔	۷:۲ (نومبر ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۴۱ ۔ ۴۸
"	جاوید نامہ	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص۔ ۲۲ ۔ ۲۹
"	مثنوی اسرارِ خودی	۷:۳ (جولائی ۱۹۵۰ء)، ص۔ ۲۸ ۔ ۴۰
اقبال، سر محمد	آبروئے ما زنام مصطفٰے است۔	۱:۱ (مئی ۱۹۳۸ء)، ص۔ ۳۔
"	آوازِ غیب (نظم)	۴:۵ (اپریل ۱۹۵۲ء)، ص۔ ۳۔
"	آئینِ جوانمردی	۱:۳ (جنوری ۱۹۴۰ء)، ص۔ ۱
"	افتتاحیہ جلد دوم طلوع اسلام۔	۱:۲ (مئی ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۳
"	افکارِ عالیہ	۹:۲ (جنوری ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۶۲۔ ۶۴
"	ہر سبز شیریں (نظم)	۴:۳ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص۔ ۱
"	پیرس کی مسجد	۱۲:۳ (دسمبر ۱۹۴۰ء)، ص۔ ۱
"	تبرکات	۸:۲ (دسمبر ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۴۲ ۔ ۴۴
"	تصوف، شعبدہ بازوں کی کمند	۴:۲۱ (اپریل ۱۹۶۸ء)، ص۔ ۴۱ ۔ ۴۴
"	تہذیب	۶:۲ (اکتوبر ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۵
"	جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادبی تبصرہ۔	۱۲:۸ (۲۳ ر اپریل ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۸
"	جنگ ترکی و یونان	۹:۲۷ (ستمبر ۱۹۷۴ء)، ص۔ ۱۵۔ ۱۶
"	جوانان تتاری (نظم)	۳:۸ (۱۹ر فروری ۱۹۵۵ء)، ص۔ ۴۱ ۔
"	جوشِ کردار	۱:۱۸ (اکتوبر ۱۹۶۵ء)، ص۔ ۳۲
"	حقائق و عبر	۴:۲ (اگست ۱۹۳۹ء)، ص۔ ۳
"	خطبہ صدارت سالانہ آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد ۱۹۳۰ء	۱۱:۱۲ (مارچ ۱۹۳۹ء)، ۴۳ ۔ ۷۷

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
اقبال، سر محمد	خلافت اسلامیہ	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۹۔ ۲۱
〃	زمانہ	۱۰:۴ (اکتوبر ۱۹۶۱ء)، ص. ۳۸۔ ۳۹
〃	سادگی و پُر کاری	۳:۲ (جولائی ۱۹۳۹ء)، ص. ۳۔
〃	سرودِ رفتہ	۵:۲ (مئی ۱۹۴۹ء)، ص. ۵۳۔ ۵۵
〃	سرودِ رفتہ، علامہ اقبال کا ریڈیائی پیغام	۱۲:۸ (۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۷
〃	سرودِ رفتہ، علامہ اقبال کی آخری رباعی۔	۲:۱ (جون ۱۹۳۸ء)، ص. ۳
〃	صدارت کانگریس پر تبریک	۳:۳ (مارچ ۱۹۴۰ء)، ص. ۷
〃	فرمانِ خدا۔	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۱
〃	فرنگی تمدن	۴:۱ (اگست ۱۹۳۸ء)، ص. ۳۵
〃	قانونِ شریعت۔	۴:۱۰ (اپریل ۱۹۵۷ء)، ص. ۹۔ ۴۰
〃	قانونِ شریعت میں ارتقاء	۵:۳۲ (مئی ۱۹۷۹ء)، ص. ۱۷۔ ۴۴
〃	گدائی (نظم)	۴:۷ (اپریل ۱۹۵۴ء)، ص. ۵
〃	گوہرِ نایاب	۱:۲ (مئی ۱۹۳۹ء)، ص. ۶۳۔ ۶۴
〃	گوہرِ نایاب (دوم)، علامہ اقبالؒ کی ایک غیر مطبوعہ رباعی۔	۵:۱ (ستمبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۳
〃	گوہرِ نایاب (سوم)، علامہ اقبال کی ایک غیر مطبوعہ رباعی۔	۶:۱ (اکتوبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۳
〃	گوہرِ نایاب (چہارم)، علامہ اقبال کی ایک غیر مطبوعہ رباعی۔	۷:۱ (نومبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۳
〃	گوہرِ نایاب (پنجم)، علامہ اقبال کی غیر مطبوعہ رباعیات۔	۸:۱ (دسمبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۴۱
〃	گوہرہائے نایاب، حضرت علامہ کے غیر مطبوعہ اشعار۔	۱:۱ (مئی ۱۹۳۸ء)، ص. ۵

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
اقبال، سر محمد	مردِ مسلمان	۱ : ۹ (ستمبر ۱۹۴۸ء)، ص. ۲
″	معرکۂ دین و وطن	۸:۱۳ (اگست ۱۹۶۰ء)، ص. ۲۹۔ ۳۹
″	″	۴:۲۲ (اپریل ۱۹۶۹ء)، ص. ۴۹۔ ۶۰
″	″	۴:۲۴ (اپریل ۱۹۷۱ء)، ص. ۳۳۔ ۴۴
″	معنی انقلاب از حکمت فرعونی تا حکمت کلیمی رفتن است (نظم)	۱۱:۱۲ (نومبر ۱۹۵۹ء)، ص. ۲۔ ۳
″	نشانِ منزل	۵:۲ (مئی ۱۹۵۹ء)، ص. ۲۔ ۳
″	نظم	۱۰:۴ (اکتوبر ۱۹۶۱ء)، ص. ۱۰
″	نیشنلسٹ مسلم (نظم)	۵:۲ (ستمبر ۱۹۳۹ء)، ص. ۳
″	وطنیت	۸:۲ (دسمبر ۱۹۳۹ء)، ص. ۳
″	ہلالِ عید	۷:۲ (نومبر ۱۹۳۹ء)، ص. ۱
″	میلادِ آدم	۸:۱ (دسمبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۲
باقر ایس۔ این	اقبال کے نزدیک کائنات میں انسان کا مقام	۸:۳ (اگست ۱۹۵۰ء)، ص. ۵۳۔ ۵۶
″	دورِ حاضر اور اقبال	۱۰:۳ (اکتوبر ۱۹۵۰ء)، ص. ۴۹۔ ۵۷
بشیر احمد، میاں	یومِ اقبال پر چند خیالات۔	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۷۔ ۲۶
پرویز، غلام احمد	اسلامی مملکت کا تصور اقبال کے نزدیک	۵:۳۰ (مئی ۱۹۸۱ء)، ص. ۱۷۔ ۴۰
″	″	۵:۳۴ (مئی ۱۹۸۱ء)، ص. ۲۵۔ ۴۰
″	″	۱۱:۳۸ (نومبر ۱۹۸۵ء)، ص. ۱۷۔ ۳۲
″	اقبال اور ختمِ نبوت	۵:۲۸ (مئی ۱۹۷۵ء)، ص. ۹۔ ۳۱
″	اقبال اور دو قومی نظریہ	۵:۲۶ (مئی ۱۹۷۳ء)، ص. ۱۷۔ ۴۰
″	″ ″	۱۰/۱۱:۳۰ (اکتوبر نومبر ۱۹۷۷ء)، ص. ۷۳۔ ۹۶
″	اقبال اور قرآن	۵:۲ (مئی ۱۹۴۹ء)، ص. ۷۱۔ ۹۶
″	″ ″	۱۲:۳۹ (دسمبر ۱۹۸۲ء)، ص. ۷۱۔ ۹۶

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
پرویز، غلام احمد	اقبال اور ملت	۷:۳ (جولائی ۱۹۴۰ء)، ص. ۱۰- ۲۰
〃	اقبال کا پیغام نوجوانِ ملت کے نام۔	۴:۳ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۹- ۲۴
〃	اقبال کا مردِ مومن	۵:۲۷ (مئی ۱۹۷۴ء)، ص. ۹- ۳۲
〃	اقبال کی شاعری میں عقل و عشق کا تصادم	۵:۷ (مئی ۱۹۵۴ء)، ص. ۱۶- ۱۹
〃	اقبال کی کہانی، خود اقبال کی زبانی	۴:۶ (اپریل ۱۹۵۳ء)، ص. ۱۹- ۳۷
〃	〃 〃	۱۲:۳۸ (دسمبر ۱۹۸۵ء)، ص. ۱۷- ۳۶
〃	اوراقِ گم گشتہ، متفاولِ اقبال	۵:۳۰ (مئی ۱۹۷۷ء)، ص ۴۱- ۵۵
〃	اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری: یومِ اقبال پر پرویز صاحب کا خصوصی درس۔	۵:۳۱ (مئی ۱۹۷۸ء)، ص. ۳۷- ۵۶
〃	پیامِ اقبال۔	۱:۲ (مئی ۱۹۳۹ء)، ص. ۷۴- ۸۰
〃	〃	۴:۲ (اگست ۱۹۳۹ء)، ص. ۴۱- ۵۳
〃	پیامِ اقبال اور قرآن کریم	۷:۱ (نومبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۱۲- ۱۶
〃	〃 〃	۹:۲ (جنوری ۱۹۳۹ء)، ص. ۶۶- ۷۰
〃	〃 〃	۱۰:۲ (فروری ۱۹۳۹ء)، ص. ۵۶- ۶۴
〃	تلمیحاتِ اقبال	۲:۲ (فروری ۱۹۴۹ء)، ص. ۹- ۱۳
〃	چار رنگ: بیادِ اقبال	۶:۳۷ (جون ۱۹۸۴ء)، ص. ۲۵- ۳۸
〃	حضرت علامہ اقبال سے آخری ملاقات	۱:۲ (فروری ۱۹۳۹ء)، ص. ۴۹- ۵۵
〃	حکیم الامت علامہ اقبال، قائد اعظم، علماء اور مودودی صاحب۔	۳۹:۱۱ (نومبر ۱۹۸۶ء)، ص. ۴۱- ۶۱، بقیہ ۱۶ پر
〃	دو قومی نظریہ، اقبال اور قائد اعظم کی نظر میں۔	۱:۳۴ (جنوری ۱۹۸۱ء)، ص. ۳۳- ۵۶
〃	شناسائے اقبال سید نذیر نیازی مرحوم	۳:۳۴ (مارچ ۱۹۸۱ء)، ص. ۱۳- ۱۶
〃	ضرب الکلیم	۶:۵ (جون ۱۹۵۲ء)، ص. ۱۱- ۱۵

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
پرویز، غلام احمد	علامہ اقبال سے آخری ملاقات	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۳۰۔ ۳۵
〃	فکرِ اقبال کا سرچشمہ۔ قرآن	۳۱:۵ (مئی ۱۹۷۸ء)، ص. ۵۔ ۳۶
〃	〃 〃	۳۸:۵ (مئی ۱۹۸۵ء)، ص. ۳۴۔ ۶۴
〃	مقامِ اقبال۔	۱:۴ (اگست ۱۹۳۸ء)، ص. ۱۳۔ ۳۱
ثریا عندلیب	اقبال کا فلسفۂ زندگی	۳۸:۱۲ (دسمبر ۱۹۸۵ء)، ص. ۳۷۔ ۴۳
〃	اقبال نے کہا	۳۹:۵ (مئی ۱۹۸۶ء)، ص. ۴۱۔ ۴۶
جاوید اقبال	اقبال بحیثیت شاعرِ انقلاب	۱۷:۶ (جون ۱۹۶۴ء)، ص. ۴۱۔ ۴۸
چشتی، محمد سلیم یوسف	تفسیر اسرارِ خودی	۲:۹ (جنوری ۱۹۳۹ء)، ص. ۷۷۔ ۸۲
〃	ابلیس کا پیغام اپنے ہندی مریدوں کے نام	۳:۷ (جولائی ۱۹۴۰ء)، ص. ۸۔ ۹
〃	تفسیر اسرارِ خودی	۱:۶ (اکتوبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۲۲۔ ۲۵
〃	〃	۱:۷ (نومبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۶۵۔ ۶۸
خان، یوسف حسین	جدید مملکت پر اقبال کی تنقید	۴:۳ (مارچ ۱۹۴۱ء)، ص. ۲۵۔ ۵۲
〃	مملکت جدید پر اقبال کی تنقید	۲:۵ (مئی ۱۹۴۹ء)، ص. ۳۱۔ ۵۰
خورشید عالم	مجلس قلندرانِ اقبالؒ	۸:۱۲ (۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۳۔ ۴ بقیہ ۲۴ پر
〃	〃	۳۴:۵ (مئی ۱۹۸۱ء)، ص. ۴۱۔ ۴۸
دراز، محمد عمر	سردار عبدالقیوم کی بانیانِ پاکستان پر بیجا تنقید	۴۱:۹ (ستمبر ۱۹۸۸ء)، ص. ۱۱۔ ۲۴
رازی، فیروز الدین	اقبال کے چند بنیادی تصورات	۳:۴ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۲۵۔ ۳۸
رضوی، حیات النبیؐ	اقبال اور مزدور	۲۲:۵ (مئی ۱۹۶۹ء)، ص. ۱۵۔ ۲۱
صادق سرمد	اقبال (نظم)	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۵۱۔ ۵۲
صدیقی، رضی الدین	اقبال اور مسئلہ جبر و قدر	۳:۵ (مئی ۱۹۵۰ء)، ص. ۶۱۔ ۶۶
〃	〃	۵:۷ (جولائی ۱۹۵۲ء)، ص. ۴۹۔ ۶۶
〃	اقبال کا تصورِ علم	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۶۶۔ ۷۳

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
صدیقی، رضی الدین	خطباتِ اقبال	۴:۵ (اپریل ۱۹۵۲ء)، ص. ۱۵- ۱۶
صفدر سلیمی	اقبال حکیم انقلاب کی حیثیت سے	۷:۱۲ (۱۹۵۹ء)، ص. ۴۰- ۴۴
"	سرسید، اقبال اور قائداعظم	۱۲/۱۱:۱۴ (نومبردسمبر ۱۹۶۱ء)، ص. ۶۱- ۸۰
عابد حسین، سید	اقبال کا تصورِ خودی	۵:۴ (مئی ۱۹۴۱ء)، ص. ۴۱- ۵۸
"	"	۶:۴ (جون ۱۹۴۱ء)، ص ۱۷- ۳۱
عبدالحفیظ، خواجہ	علامہ اقبال کے مسلک سے اختلاف	۷:۱ (نومبر ۱۹۳۸ء)، ص. ۶۹- ۸۰
عبدالحکیم، خلیفہ	رومی، نطشے اور اقبال	۷:۴ (جولائی ۱۹۴۱ء)، ص. ۶۹- ۸۴
"	"	۸:۴ (اگست ۱۹۴۱ء)، ص. ۴۹- ۶۵
"	"	۱۰:۴ (اکتوبر ۱۹۴۱ء)، ص. ۴۱- ۵۱
عبدالواحد، ابوالظفر	اقبال کا ذہنی ارتقاء	۴:۳ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۴۱- ۶۳
عبدالواحد، سید	مقامِ اقبال	۴:۳ (اپریل ۱۹۵۰ء)، ص. ۶۵- ۶۸
عرشی، محمد حسین	تربتِ اقبال (نظم)	۴:۶ (اپریل ۱۹۵۳ء)، ص. ۱۸
"	دینِ اقبال	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۳۶- ۴۶
"	قبرِ اقبال کے پاس	۴:۶ (اپریل ۱۹۵۳ء)، ص. ۳۸- ۴۲
عرفان احمد	اقبال اور قرآن	۴:۴۱ (اپریل ۱۹۸۸ء)،
عزام، عبدالوہاب وغلام احمد پرویز	ضربِ کلیم	۵:۵ (مئی ۱۹۵۲ء)، ص. ۱۴- ۲۵
"	" ۲۱ اپریل کی یاد میں۔	۴:۳۵ (اپریل ۱۹۸۲ء)، ص. ۱۷- ۳۰
کلیم، محمد موسیٰ خان	فکرِ اقبال کی تہذیبی قدریں۔	۴:۵ (اپریل ۱۹۵۲ء)، ص. ۳۶- ۴۷
محمود حسین	اقبال کا مشن	۵:۴ (مئی ۱۹۵۱ء)، ص. ۱۲- ۱۶
مدیر طلوعِ اسلام	پیشکش بحضرت اقبال	۱:۱ (مئی ۱۹۳۸ء)، ص. ۲
ممتاز حسن	اقبال ایک مفکر کی حیثیت سے۔	۵:۳ (مئی ۱۹۵۰ء)، ص. ۱۷- ۲۱
"	تلمیحاتِ اقبال	۵:۲ (مئی ۱۹۴۹ء)، ص. ۱۳- ۱۶
"	تلمیحاتِ اقبال مفکرینِ مغرب سے۔	۱۲:۸ (۲۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، ص. ۲۵- ۳۶

مضمون نگار	مضمون	حوالہ
ممتاز حسن	گلِ اقبال نگہِ بہار میں	۴:۴ (اپریل ۱۹۵۱ء)، ص. ۴۷ - ۵۰
ناظم الدین، خواجہ	کلام و پیغام اقبال	۵:۴ (مئی ۱۹۵۱ء)، ص. ۹ - ۱۱
نذیر احمد، چوہدری	اقبال کا تصورِ امامت	۹:۳ (ستمبر ۱۹۵۰ء)، ص. ۹ - ۱۶
"	اقبال کا گلشن	۵:۳ (مئی ۱۹۵۰ء)، ص. ۲۲ - ۲۴، بقیہ ص ۶۹ پر

قارئینِ طلوعِ اسلام نے ہماری یہ کوشش پسند فرمائی تو یہ سلسلہ "مطابق مضمون" بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

علامہ اقبالؒ کا احسان

یہ ہے کہ انہوں نے صدیوں کے بعد، اسلام کا صحیح تصوّر ملّت کے سامنے پیش کیا۔ اور

پرویز صاحبؒ کا احسان

یہ ہے کہ انہوں نے اقبالؒ کے فکر اور پیغام کو اس کے حقیقی سرچشمہ

قرآن مجید کی روشنی میں

قوم کو سمجھایا۔ ان کے چالیس سال پر پھیلے ہوئے خطابات، تقاریر اور مقالات اسی فریضہ کی ادائیگی کے مظہر ہیں،

جنہیں اب

اقبالؒ اور قرآن

کے حسین پیکر میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا گیا ہے۔

اقبالؒ کی فکر ــــــ قرآن کی روشنی ــــــ پرویزؒ صاحبؒ کی زبان

ــــــ آپ خود سمجھ لیجئے کہ اس امتزاج کی کیفیت کیا ہوگی! ــــــ

نقد و نظر

Quranocracy

NOT DEMOCRACY
NOR AUTOCRACY
NOR THEOCRACY

(۱)۔ عام طور پر مغربی جمہوریت کو بنی نوعِ انسان کی مشکلات کا حل سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے بعض لوگوں نے آزادی کی نیلم پری بھی کہا ہے۔ مغرب میں جمہوریت جس طریق سے چل رہی ہے، اس کے متعلق تو اہلِ یورپ ہی کو حق ہے کہ وہ کچھ کہیں۔ لیکن ہمارے ہاں کے سیاستدانوں نے اس کی جو دُرگت بنائی ہے اور اس نے ہمارے ہاں کے اہلِ سیاست کو جن راہوں پر چلایا ہے اس سے کم ازکم اہلِ پاکستان تو چیخ اٹھے ہیں۔

فاضل مصنّف جو قرآنِ کریم کی ابدی صداقتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جنہوں نے فکرِ پرویزؒ سے بے انتہا استفادہ کیا ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے نظامِ حکومت کا تجزیہ کرتے ہیں اور قرآنِ کریم کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ پاکستان کیلئے کس قسم کا نظامِ حیات موزوں ہے جو اسے وہ جنتِ نگاہ بنا دے جیسا بنانے کیلئے اسے حاصل کیا گیا تھا۔ وہ حرفِ آخر کے طور پر کہتے ہیں

The way to achieve the objective of making Pakistan a truly Islamic State is not by means of taking part in the present secular political organisation of the country but by means of REVOLUTION based on the SOVEREIGNTY of the BOOK OF ALLAH

ملنے کا پتہ (صفحات : ۱۰۲ پیپر بیک قیمت -/۳۵ روپے)

(۱) طلوعِ اسلام ٹرسٹ ۲۵ بی گلبرگ ۲ لاہور ۱۱ (۲) مکتبۂ دین و دانش چوک اردو بازار لاہور

(۴) ۔ نام کتاب **Practical Handbook of Income Tax**

مؤلف اکرام الحق

ناشر النور پرنٹرز و پبلشرز (پوسٹ بکس ۱۹۰۴۔ لاہور ۲۵

صفحات سٹوڈنٹ ایڈیشن ۶۶۷؛ (پیپر بیک)

قیمت -/۲۰۰ روپے

پروفیشنل ایڈیشن : ۷۹۱ (مجلّد)

قیمت -/۵۰۰ روپے

پاکستان کا انکم ٹیکس قانون ایک چیستان ہے، ایک معمّہ ہے، جسے صرف خاص قسم کے ماہرین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس بناء پر ٹیکس دہندگان کو جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور جس طرح انہیں پریشان ہونا پڑتا ہے۔ اس کا دہرانا سعئی لاحاصل ہے۔

محکمہ انکم ٹیکس کے ایک افسر جناب اکرام الحق نے جو محکمہ کے ٹریننگ انسٹیٹیوٹ میں انکم ٹیکس قانون کے استاد ہیں، انکم ٹیکس قانون کو نہائت ہی آسان زبان میں بیان کیا ہے۔ اور ہر طرح کی مثالیں، مشقیں اور سوال و جواب کے ضمیمے دے کر انہیں قابلِ فہم بنایا ہے۔ اس کتاب سے ایک عام ٹیکس دہندہ بھی اُسی طرح استفادہ کر سکتا ہے جس طرح انکم ٹیکس پریکٹیشنر یا انکم ٹیکس کے افسران۔ فنّی مضامین پر یہ کتاب ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

ملنے کا پتہ مکتبۂ دین و دانش (چوک اردو بازار لاہور)

HE WHO SPENDS TWO DAYS ALIKE IS A LOSER IN THE STRUGGLE OF LIFE

THE HOLY PROPHET (P.B.U.H.)

فہمِ قرآن

(علامہ اسلم جیراجپوریؒ)

قرآن کریم مکمل اور کامل کتاب ہے اور اس قدر واضح اور روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہی "نور مبین" رکھا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (۴/۱۷۴)

اور ہم نے جگمگاتا نور تمہاری طرف اتارا

نور خود بھی روشن ہوتا ہے اور اردگرد کی چیزوں کو بھی روشن کر دیتا ہے یہی حال قرآن کا ہے کہ وہ واضح، کھلا ہوا اور روشن ہے اور اپنی تشریح آپ ہے اس کی تلاش کے لئے کسی روشنی کی ضرورت نہیں جس طرح آفتاب کو چراغ سے نہیں ڈھونڈا جاتا۔ وہ دین و دنیا کے ان جملہ حقائق کی جن سے انسان کو ہدایت ملے اور قدیمی آسمانی کتابوں کی جملہ تعلیمات کی توضیح اور تفصیل اپنے اندر رکھتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (۱۶/۸۹)

اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر شے کی تشریح اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱۲/۱۱۱)

یہ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اس میں پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔

مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ (۱۰/۳۷)

یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کو بنا لے بلکہ یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق

کرتا ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔
آیت بالا میں الکتاب سے مراد علم الٰہی ہے جس کو قرآن میں جابجا اسی لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ (۲۲/۷۰)

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ان سب چیزوں کا علم رکھتا ہے جو آسمان و زمین میں ہیں بے شک وہ لکھی ہوئی ہیں۔

اس علم کو کتاب مبین فرمایا ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (۶/۵۹)

وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کا علم رکھتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں جو دانہ ہے اور جو کچھ خشک و تر ہے وہ سب کتاب مبین میں ہے۔

اسی کتاب مبین کو اللہ نے عربی قرآن بنایا۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۴۳/۲-۳)

اور کتاب مبین شہادت دیتی ہے کہ ہم نے اس کو عربی بنایا تاکہ تم سمجھ سکو۔

کتاب مبین صحیفۂ فطرت ہے جو فعلِ الٰہی ہے اب صحیفۂ فطرت فعلِ الٰہی اور کتاب مبین علمِ الٰہی اور قرآن کریم قولِ الٰہی۔ ان تینوں کی صفات کا متحد ہونا واضح ہو گیا۔ جس طرح صحیفۂ فطرت کے حقائق کی وسعت بے پایاں ہے اسی طرح قرآنی حقائق کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے اور انسانی نسلیں ان کو کبھی نہیں ختم کر سکتیں۔ اسی صلاحیت کی وجہ سے قرآن ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کی ہدایت کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔

مزید توضیح کے لئے یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ مصنوعاتِ فطرت اور مصنوعاتِ انسانی میں اس قدر بدیہی فرق ہے کہ ہر انسان بلا کسی قسم کے ریب اور شک کے ان دونوں میں امتیاز کر لیتا ہے۔ مثلاً زمین، دریا، پہاڑ اور جنگل دیکھ کر سب کو یقین کے ساتھ علم ہو جاتا ہے کہ یہ فطری چیزیں ہیں اور اگر زمین پر کوئی عمارت یا پہاڑ میں کوئی بت یا دریا میں کوئی کشتی یا جنگل میں کسی مشین کا ٹکڑا نظر آجائے تو ہر شخص بلا اشتباہ کے سمجھ جاتا ہے کہ یہ انسانی ساخت ہے۔ درخت پر سے گرا ہوا ایک پتا، گھاس میں سے جھڑا ہوا ایک تنکا، چیونٹی کا ٹوٹا ہوا ایک پاؤں، بھیڑ کا گرا ہوا ایک بال، اگر سارے عالم کے ماہر، کاروان کاریگر جمع ہو کر بھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ یہی فرق اللہ کے کلام اور انسانی اقوال میں ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۱۷/۸۸)

کہدے اگر سارے جنّ وانس اس بات پر متفق ہوں کہ قرآن جیسا کلام بنائیں تو بھی ویسا نہیں بنا سکتے
اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ ہوں۔

لیکن معنوی حقائق چونکہ عقلی چیزیں ہیں، اس لئے یہ فرق سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے جو اہلِ بصیرت پر نمایاں ہے۔ جن لوگوں نے آیاتِ الٰہی کا موازنہ اقوالِ انسانی کے ساتھ کر کے اس کے اعجاز دکھانے کی کوشش کی ہے، وہ حقیقت میں اعجازِ قرآن کے سمجھنے سے بہت دور تھے۔

دوسرا فرق مصنوعاتِ فطرت اور مصنوعاتِ انسانی میں یہ ہے کہ فطری اشیاء کے منافع اور تاثیرات کی کوئی حد معیّن نہیں ہوتی بلکہ ان کے متعلّق جس قدر معلومات بڑھتی جاتی ہیں اسی قدر ان کے افعال و خواص معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ بخلاف انسانی مصنوعات کے کہ ان کی غرض و غایت متعیّن ہوتی ہے اور ان سے وہی نفع لیا جاتا ہے جن کو پہلے سے مدِّنظر رکھ کر وہ بنائی جاتی ہیں۔ یہی کیفیت خالق اور مخلوق کے کلام کے مراتب کی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ وہ کسی ایک ماحول، ایک زمان یا ایک مکان کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر ماحول، ہر زمان اور ہر مکان میں انسان کا اشیائے فطرت کے متعلق جس قدر علم بڑھتا جائے گا، اسی قدر قرآنی حقائق بھی اس کی سمجھ میں آتے جائیں گے اور قرآن بھی فطری اشیاء کی طرح کسی زمانہ میں ختم ہوجانے والا اور تھکنے والا نہیں ہے۔ بخلاف انسانی اقوال کے کہ ان کے معانی محدود ہوتے ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عہدِ صحابہ میں قرآن بالکل سمجھ لیا گیا اور اب ہم کو انہیں کی فہم پر قناعت کرنا چاہیئے، وہ قرآن کی حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا علمِ قرآن دیگر علماءِ قرآن سے اس لحاظ سے افضل ہے کہ انہوں نے اس کے عملی پہلو کو اختیار کیا اور جو کچھ سمجھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سمجھایا اس کی حرف بحرف تعمیل کی اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن صرف نظری کتاب نہیں ہے بلکہ عملی بھی ہے اور اسکی ہدایات پر عمل کرنے سے ہی فلاح نصیب ہوتی ہے اس لئے صحابہؓ کا درجہ عملی لحاظ سے اس قدر افضل ہے کہ ساری امت مل کر بھی ان کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن جو لوگ فہمِ قرآن کو ان روایات میں الجھانا چاہتے ہیں جو صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ قرآن کسی ایک ماحول کی کتاب نہیں ہے، اگر کسی زمانہ میں وہ بالکل سمجھ لیا گیا تو بس ختم ہوگیا اور آئندہ کے لئے نصاب نہیں رہا۔ لیکن وہ قیامت تک کے لئے نصاب ہے اور ہر زمانہ میں نئی روشنی ہدایت کے لئے اس سے نکالی جاسکتی ہے۔ علاوہ بریں یہ روایات

جن ذرائع سے آئی ہیں وہ اس قدر غیر یقینی اور مشتبہ ہیں کہ ان پہ قرآن جیسی قطعی اور یقینی چیز کا مدار رکھنا اس کی قطعیت کو کھونا ہے۔

یہ خیال بھی کہ اس زمانہ میں جب آیات نازل ہوئی تھیں لوگ ان کے شانِ نزول سے واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے اچھی طرح ان کو سمجھ لیا، دراصل قرآن کے متعلّق اسی غلط تصور کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک ہی زمانہ کی چیز ہے۔ قرآن کسی شانِ نزول، موقع نزول یا واقعہ نزول کا پابند نہیں ہے اور اس کی ہدایات مخصوص زمان و مکان سے وابستہ نہیں ہیں، بلکہ بالاتر ہیں۔

ہماری تمام تفسیریں آغازِ عہد سے اب تک یعنی امام ابن جریر طبری سے مفتی محمد عبدہٗ تک اسی قدامت پرستی کے نظریہ کے ماتحت لکھی گئی ہیں اور ان کا انداز بھی شروع سے آج تک ایک ہی ہے یعنی وہ سلسلہ بہ سلسلہ آیات کے ساتھ چلتی ہیں۔ اس طرح آیات اور الفاظ کی تو ضرور تشریح ہو جاتی ہے مگر قرآنی مسائل اور حقائق سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ وہ مسلسل نہیں بیان کئے گئے ہیں بلکہ مختلف صورتوں اور آیتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے قرآن فہمی کے لئے یہ تفسیریں زیادہ کارآمد نہیں ہیں۔ ان تمام تفسیروں کا جو مفید حصّہ ہو سکتا ہے وہ تقریباً اسی قدر ہے جس کو راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات میں جمع کر دیا ہے۔ بقیہ جو کچھ ہے وہ سلف کی آیات فہمی کی تاریخ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم اپنی شرح آپ ہے۔ اس کی تفسیر اللہ نے اپنے ذمّہ لی ہے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (۷۵/۱۹)

پھر اس کی تشریح بھی ہمارے ذمّہ ہے۔

آیاتِ قرآنی بیشتر محکم ہیں۔ یعنی ان کے معنی قطعی اور متعیّن ہیں۔ تھوڑی سی متشابہات ہیں جن کے حقائق انسان کی علمی دسترس سے بالاتر ہیں۔ مثلاً اللہ کی ذات۔ صفات۔ جنّت۔ دوزخ اور میزانِ عمل وغیرہ جن کو تمثیل اور تشبیہ کے طور پر قرآن نے بیان کیا ہے اور جن کی اصل حقیقت سمجھنے سے انسان اس دنیا میں قاصر ہے۔

محکم آیات جو اُمّ الکتاب اور اصل قرآن کہی گئی ہیں ان کی تفصیلات اللہ ہی کی طرف سے کی گئی ہیں۔

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (۱۱/۱)

(یہ مکمل) کتاب ہے جس کی آیتیں محکم بنائی گئی ہیں۔ پھر حکمت اور خبر رکھنے والے اللہ کی طرف سے ان کی تفصیل کی گئی ہے۔

یہ تفصیل علم کے ساتھ کی گئی ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (۷/۵۲)

ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جن کی تفصیل ہم نے علم کے ساتھ کی ہے

اسی لئے قرآن کو کتابِ مفصّل کہا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (۶/۱۱۴)

اور وہی اللہ ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری تفصیل شدہ

یہ تفصیل اہل علم اور اہل فہم کے لئے ہے۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۶/۹۷)

ہم نے آیات کی تفصیل ان لوگوں کے لئے کی ہے جو علم رکھتے ہیں۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ (۶/۹۸)

ہم نے آیات کی تفصیل ان لوگوں کے لئے کی ہے جو فہم رکھتے ہیں۔

جس قدر انسان کا علم حقائق فطرت کے متعلق بڑھتا جائے گا اسی قدر وہ قرآنی تعلیمات زیادہ سمجھنے کے قابل ہوگا اگر معانی سمجھنے میں اختلافات واقع ہوں تو قرآن ان کو رفع کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ اشیاء فطرت کے محققین میں کبھی کبھی نظریوں کا اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن مزید غور و فکر سے رفتہ رفتہ آخر کار وہ مٹ جاتا ہے اور سب کے سب ایک حقیقت پر پہنچ کر متحد الخیال ہو جاتے ہیں۔

قرآنی آیات جو اکثر بہ تبدیل الفاظ و عبارات جا بجا اُلٹ پھیر کر بیان کی گئی ہیں۔ ان میں ان کی تشریح مضمر ہے

وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۶/۱۰۵)

اور اس طرح ہم آیتوں کو ہیر پھیر کر لاتے ہیں تاکہ وہ کہہ دیں کہ تو نے پڑھ کر سنا دیا اور تاکہ ہم اہل علم کے لئے اس قرآن کی تشریح کر دیں۔

الغرض قرآن کریم ایسی جامع اور کامل کتاب ہے کہ اس کی آیات، الفاظ اور تعلیمات کی تشریح و توضیح اور تفصیل سب اس کے اندر ہے اور سمجھنے کے قواعد اور ضوابط بھی بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

طلوع اسلام مئی ۱۹۳۸ء

ہمارا مقصد قرآنی تعلیم کی تبلیغ ہے۔ یعنی اس فکر کو خود سمجھنا اور سمجھنے کے بعد دوسروں تک پہنچانا
(ادارہ طلوع اسلام)

درسِ قرآنِ کریم

مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویزؒ کا درسِ قرآنِ کریم درج ذیل مقامات پر ہوتا ہے۔ تشریف لا کر معارفِ قرآنی سے اپنی سماعتوں کو مسحور اور بصیرتوں کو منوّر کیجئے! نیز قرآنی فکر کی تشہیر و ترویج میں معاون و مددگار بن کر اپنی دنیا و آخرت حسین بنائیے! ـــــ ان مقامات پر علامہ صاحب کی تصانیف بھی دستیاب ہیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
لاہور	۲۵ بی گلبرگ III (نزد مین مارکیٹ)	جمعۃ المبارک	۳۰ ـــ ۸ بجے صبح
چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ۔ پیر بھٹہ بازار	〃	بعد از نمازِ مغرب
پشاور	برمکان محترم عبدالرزاق نزد چوک شہیداں قصہ خوانی بازار	بدھ	〃 〃 〃
کوئٹہ	۱۶۶، ڈی جائنٹ روڈ	جمعۃ المبارک	۰۰ ـــ ۴ بجے سہ پہر
ملتان	شاہ سنز، بیرون پاک گیٹ	〃	۰۰ ـــ ۹ بجے صبح
فیصل آباد	۲۳ سی پیپلز کالونی	〃	۳۰ ـــ ۳ بجے سہ پہر
پیر محل	مکان نمبر ۱۴۰ / ۱۳۹ مدینہ بلاک	ہر ماہ پہلا جمعہ	۰۰ ـــ ۹ بجے صبح
گوجرانوالا	شوکت نرسری۔ گل روڈ سول لائنز	جمعۃ المبارک	بعد از نمازِ جمعہ
سرگودھا	۶۰ اے سول لائنز ریلوے روڈ	〃	۰۰ ـــ ۹ بجے صبح
سید حسن	برمکان محترم سید محمد حسین	〃	۰۰ ـــ ۳ بجے شام
جہلم	برمکان محترم قمر پرویز۔ مجاہد آباد جی۔ ٹی۔ روڈ	〃	۰۰ ـــ ۶ بجے شام
پنج کسّی	برمطب حکیم احمد دین	〃	۰۰ ـــ ۳ بجے سہ پہر
چک 215 E.B	برمکان، چوہدری عبدالحمید	〃	۰۰ ـــ ۸ بجے صبح
ایبٹ آباد	۲۳۴ کے ایل کیہال	〃	۰۰ ـــ ۱۰ بجے صبح
کویت	بذریعہ رابطہ محترم عبیدالرحمٰن ارائیں فون ۵۳۱۶۲۷۳	پیر	۰۰ ـــ ۸ بجے شام
برمنگھم (یو کے)	227/229 ALLAM ROCK : RD BIRMINGHAM BS 3 BIL	اتوار	۰۰ ـــ ۳ بجے سہ پہر
ٹورنٹو	335 DRIFTWOOD 311 DOWNSVIEW ONT	ہر ماہ پہلا اتوار	۰۰ ـــ ۱۱ بجے صبح
اوسلو	RAADHUS GT-20	〃	۰۰ ـــ ۵ بجے شام

باقی بزمیں اپنے اوقاتِ درس و لائبریری سے مطلع فرمائیں

expploitation of the masses has gone into their blood. They have forgotten the lessons of Islam. Greed and selfishness have made these people subordinate to the interests of others in order to fatten themselves. It is true we are not in power today. You go anywhere to the country side. I have visited villages. There are millions and millions of our poeple who hardly get one meal a day. Is this civilization ?. Is this the aim of Pakistan; (cries of No, No) Do you visualise that millions have been exploited and cannot get one meal a day. If that is the idea of Pakistan, I would not have it. (Cheers) If they are wise they will have to adjust themselves to the new modern conditons of life. If they don't, God help them: we shall not help them. (hear, Hear, renewed cheers and applause)"

(Speeches and writings of Jinnah, Volume I, Page 554)

....

EXPIRY DATE OF YOUR SUBSCRIPTION IS NOTED ON THE WRAPER

PLEASE RENEW YOUR SUBSCRIPTION IN TIME

RENEWAL BY VP POST SHALL COST YOU RUPEES THIRTEEN EXTRA

****

BOUND COPIES OF BACK ISSUES OF TOLU-E-ISLAM MAGAZINE ARE AVAILABLE FOR SALE AT RUPEES EIGHTY PER ANNUM

....

Members of an Islamic society work hard to earn the maximum possible but observe the following Quranic order:

"And they ask thee as to what should they give (for the benefit of others)"

Say

" Whatever is surplus to your own requirements" (2:219 Al-Quran).

In giving away their surplus wealth the attitude of the members of an Islamic Society is:

"We desire from you neither reward nor thanks" (76:9 Al-Quran)

A unique motivating factor operates in the conduct where an individual works to the best of his capacity but retains wealth only to fulfil his necessities and hands over the rest to the society for meeting the necessities of others in need. The unique motivating factor provided by Allah is that:

" Human body develops by what the individual concerned takes, while his personality develops by what he gives (98:12 Al-Quran).

Before concluding I wish to quote from a presidential address of my "Babaji" and our Quaid-e-Azam at the Annual Session of the All-India Muslim League on 24 April 1943 in which he gave the outline of the economic system for Pakistan. He said:

> "Here, I should like to give a warning to the landlords and capitalists who have flourished at our expense by a system which is so vicious, which is so wicked and which makes them so selfish that it is difficult to reason with them. (Tremendous applause). The

public company without first going through the evolution process of converting into a private company.

Project funding policies at present also clearly support public companies and are to the disadvantage of private companies. This is inspite of the fact that the public companies are already in a position to raise funds from general public. In fact most of the public issues in the past have been heavily oversubscribed. This indicates that there was no necessity for local currency project funding by development financial institutions to such public companies because the general public was more than eager to invest their savings in such companies. Instead the funds at the disposal of these institutions should have been made available to private companies who were not in a position to tap funds from the general public through the stock market.

If these anomalies in the fiscal and monetary policies are removed this will go a long way in developing our industrrial base whcih apart from creating employment opportunities is also essentially required to strengthen our agricultural base.

In chalking out our economic plans we shoud never forget the pattern of our long-term economic order. Pakistan is an ideological state which was created specially with a view to establish Islamic socio-economic order.

I wish to mention the pattern of economic order of an Islamic state which aims at providing means of development of an individual's physical body as well as his personality.

An Islamic society provides the basic necessities of life to all its members and also develops their human potentialities. The society proclaims:

" we will provide for you and your children"
(6:152 Al-Quran).

The objectives can be achieved through proper planning and implementation of plans by various ministeries/agencies of the Federal and Provincial Governments. These plans should be prepareed most scientifically and the implementation of the plans should be monitored through latest techniques at the highest level.

We should not loose sight of the fact that implementaton of these objectives is not possible without mobilization of financial and human resourses and the availability of various industrial units using latest technology.

Today we should not work to discover America again wich Columbus has already done for us centuries ago. We should look at the map of the world to see where America is located. What I mean to say is that we should learn from the experience of others and make a success in a much shorter span of time.

If we look at the economic history of industrially developed countries, we can observe that most of the industrial giants in these countries started as sole proprietorship or partnership concerns. When faced with the need to grow, these concerns converted first into private companies and later to broad based public companies.

Pattern of industrial development is not different in Pakistan. Second generation of our businessmen has fortunately realised the need to expand their business. For this purpose our businessmen wish to convert their sole proprietorships or partnerships into private limited companies.

Our present fiscal and monetary policies clearly encourage sole proprietorships and partnerships. The policies also partially eoncourage public companies. However, these policies are not conducive for private companies which are a vehicle for ultimately transforming sole proprietorships and partnerships into public companies. It is hard to visualise a sole proprietorship or a partnership converting into a

FINANCE BILL, 1990 WITH SPECIAL REFERENCE TO PAKISTAN'S ECONOMIC POLICIES

BY

Shaukat Amin Shah

(A paper read at Post-Budget Seminar dated June 27, 1990, Organized by the Lahore Tax Bar Association)

Government's annual plan is translated in financial terms in the shape of its budget. In turn, to achieve the purposes of the budget, various amendments are made in the existing taxation laws through appropriate legislation.

The object of this paper would be to judge Government's planning with refernece to the economic policies which are required to be followed by Pakistan.

Pakistan possesses a great potential to develop a very strong agricultural base because our country has abundant land and other natural resources necessay to produce various food and cash crops. To develop this base we naeed to ensure that:

----- Maximum possible yield per acre is derived.

----- Maximum land is brought under cultivation.

----- Land already under cultivation is saved from water logging/salinity.

----- Damage to crops through floods is minimised.

----- Adequate preservation facilities are provided to save losses being caused to certain crops.

----- Facilities to market the crop including domestic as well as foreign outlets are improved.